کاروبار میں اولاد کی شرکت

ایفا پبلیکیشنز

جدید فقہی تحقیقات

کاروبار میں اولاد کی شرکت

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے انیسویں فقہی سمینار منعقدہ
مؤرخہ ۱۲-۱۵ / فروری ۲۰۱۰ء کو جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ میں
پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلیکیشنز - نئی دھلی

نام کتاب	:	کاروبار میں اولاد کی شرکت
صفحات	:	۲۰۰
سن طباعت	:	فروری ۲۰۱۱ء
قیمت	:	۹۰ روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublications@gmail.com

فون: 011-26981327

مجلس ادارت

فہرست

پیش لفظ

شریعت کا مزاج یہ ہے کہ جو بھی معاملہ کیا جائے، خواہ وہ قریب ترین رشتہ داروں کے درمیان ہو؛ لیکن اسے واضح ہونا چاہیے، اس میں ایسا ابہام نہیں ہونا چاہیے جو آئندہ نزاع کا باعث بن سکتا ہو؛ اسی لئے خرید وفروخت کی ایسی تمام صورتوں کو منع کیا گیا ہے، جس میں بیچی جانے والی شئی، ادا کی جانے والی قیمت، سامان کی سپردگی کے مقام اور ادھار ہونے کی صورت میں ادائیگی کا وقت مبہم ہو، فقہ میں تجارت کے بہت سے احکام اسی اصول پر مبنی ہیں اور ایک اصول کے طور پر یہ بات طے شدہ ہے کہ جو معاملات کسی پہلو میں ابہام کی وجہ سے آئندہ نزاع کا سبب بن سکتے ہوں، وہ درست نہیں ہوں گے۔

اس لئے ہونا یہ چاہیے کہ اگر کسی کاروبار میں والد کے ساتھ ان کے بچے بھی شریک ہوں تو جس وقت وہ شریک ہوں اسی وقت یہ معاملہ طے ہو جائے کہ اس معاملے میں ان کی شرکت کس حیثیت سے ہے؟ کیا وہ اس میں پارٹنر ہیں؟ یا ان کی حیثیت ملازم کی ہے؟ یا وہ محض اپنے والد کے معاون ومددگار ہیں؟ افسوس کہ عام طور پر جس وقت لڑکوں کا کاروبار میں عملی اشتراک ہوتا ہے، اس وقت اس بات کو واضح کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی؛ بلکہ بعض دفعہ تو لوگ اسے احترام کے خلاف سمجھتے ہیں، یا ایسی باتوں کو واضح کرنے میں انہیں حیا محسوس ہوتی ہے، بعد کو جب کاروبار بڑھ جاتا ہے اور خاص کر اس وقت جب والد کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان امور کے پہلے سے طے نہ پانے کی وجہ سے بڑی نزاع پیدا ہو جاتی ہے، قریبی رشتہ داروں کے درمیان نفرت کی دیوار قائم ہو جاتی ہے، دلوں میں ایک دوسرے کے تئیں کدورتیں بڑھتی رہتی ہیں،

مقدمہ بازی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ تو قتل وخون تک نوبت آجاتی ہے۔

آج کل ارباب افتاء اور اصحاب قضاء کے پاس اس طرح کے مقدمات کثرت سے آنے لگے ہیں، اس پس منظر میں ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' نے اپنے انیسویں فقہی سمینار منعقدہ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ (گجرات) میں اس موضوع کو بھی شامل کیا تھا، یہ مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، اس کے باوجود بحمد اللہ ملک کے ۱۳۱ رممتاز اہل علم اور ارباب افتاء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اکیڈمی کو اپنے مقالات بھیجے، پھر سمینار میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث ہوئی اور تجاویز منظور کی گئیں، ان مقالات، سمینار کے درمیان ہونے والے مناقشات اور تجاویز کا مجموعہ اس وقت قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

عزیزی مولانا محمد ہارون رشید ندوی سلمہ اللہ (رفیق شعبہ علمی) نے توجہ اور خوش سلیقگی کے ساتھ اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے، امید ہے کہ اس اہم مسئلہ پر یہ مجموعہ اہل علم کے لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے کلید ثابت ہوگا، اس موقعہ پر اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ اکیڈمی کا اصل موقف وہ ہوتا ہے جو تجاویز کی صورت میں طے پاتا ہے، البتہ افادہ واستفادہ کے لئے تمام تحریری کاوشیں پیش کی جاتی ہیں؛ تاکہ مسئلہ کے مختلف پہلو اہل علم کے سامنے رہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کے دوسرے لٹریچر کی طرح اسے بھی قبول عام وتام عطا فرمائے۔

۱۶ رصفر ۱۴۳۲ھ
۲۱ رجنوری ۲۰۱۱ء

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

پہلا باب

تمہیدی امور

سوالنامہ:

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

تجارت اور کاروبار میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کاروبار شروع کیا، اس وقت اس کے بچے چھوٹے تھے، رفتہ رفتہ کاروبار بھی بڑھا اور بچے بھی بڑے ہوئے اور بڑا لڑکا یا یکے بعد دیگرے کئی لڑکے والد کا ہاتھ بٹانے لگے اور کام میں شامل ہو گئے جب کہ والد سے کوئی واضح معاملہ طے نہیں پایا کہ کاروبار میں تعاون کرنے والے بیٹوں کی حیثیت ملازم کی ہوگی یا پارٹنر کی، یا یہ صرف ان کی طرف سے والدین کا تعاون ہوگا؟ والد کی زندگی میں کوئی بیس سال کاروبار میں معاون رہا، کوئی دس سال، کوئی پانچ سال، بعض دفعہ اسی کاروبار سے دوسری جائدادیں بھی خریدی جاتی ہیں، اب جب والد کا انتقال ہو جاتا ہے، تو یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ والد کے اس کاروبار کی کس طرح تقسیم عمل میں آئے گی؟ کیا پوری جائداد کی ملکیت ہوگی؟ جس بھائی نے اپنی پوری زندگی والد کے ساتھ لگا دی، اس کا حصہ اور جس نے کہیں اور ملازمت کی، باہر جا کر کام کیا، اسی کاروبار کے پیسوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، جس سے مستقبل میں معاشی ترقی کے امکان ہیں اور انہوں نے اپنی آمدنی کو علاحدہ اپنے لئے مخصوص رکھا، ایسے مواقع پر اکثر بعد میں بڑی نزاع پیدا ہو جاتی ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے، پارٹنر کی، ملازم کی یا معاون کی؟

۲- اگر یہی صورت ہو، لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

۳-اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

۴-اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، جب کہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

۵-اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنے سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار کو شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگی یا والد کی؟

☆☆☆

اکیڈمی کا فیصلہ:

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

۱-شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کو معاملات کی صفائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے، اس لئے مسلمان اپنی معاشرت میں معاملات کی صفائی کا خاص اہتمام کریں، خصوصا تجارت اور کاروبار میں اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک شخص تجارت کر رہا ہے، اور اس کی اولاد بھی اس کاروبار میں شریک ہے تو جو بیٹے باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو رہے ہیں، ان کی حیثیت (شریک، اجیر یا معاون کے طور پر) شروع سے متعین ہو جائے، تو خاندانوں میں ملکیت کے اعتبار سے جو نزاعات ہوتے ہیں ان کا بڑی حد تک سد باب ہو جائے گا، اس لئے اس طرح کے معاملات میں پہلے سے حیثیت متعین کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

۲-اگر والد نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض شریک کار ہو گئے، مگر الگ سے انھوں نے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعین نہیں کی، تو اگر وہ لڑکے باپ کی کفالت میں ہیں تو اس صورت میں وہ لڑکے والد کے معاون شمار کئے جائیں گے، اور اگر باپ کی زیر کفالت نہیں ہیں تو عرفاً جو اجرت عمل ہو سکتی ہے وہ ان کو دی جائے۔

۳- اگر والد کے ساتھ بیٹوں نے بھی کاروبار میں سرمایہ لگایا ہو اور سب کا سرمایہ معلوم ہو کہ کس نے کتنا لگایا ہے تو ایسے بیٹوں کی حیثیت باپ کے شریک کی ہوگی، اور سرمائے کی مقدار کے تناسب سے شرکت مانی جائے گی، سوائے اس کے کہ سرمایہ لگانے والے بیٹے کی نیت والد کے یا مشترکہ کاروبار کے تعاون کی ہو شرکت کی نہیں۔

۴- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن بہ طور احترام

دوکان پر والد کو بٹھایا ہو یا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، والد کو دوکان پر بٹھانے یا ان کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے کاروبار میں والد کی ملکیت وشرکت ثابت نہ ہوگی۔

۵- باپ کی موجودگی میں اگر بیٹوں نے اپنے طور پر مختلف ذرائع کسب اختیار کئے اور اپنی کمائی کا ایک حصہ والد کے حوالے کرتے رہے تو اس صورت میں باپ کو ادا کردہ سرمایہ باپ کی ملکیت شمار کی جائے گی۔

۶- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا لیکن کاروبار کی جگہ باقی ہو، خواہ وہ جگہ مملوکہ ہو یا کرائے پر حاصل کی گئی ہو، اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی جگہ اور اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو اس صورت میں جس نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا، کاروبار اس کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہیں ہوگی لیکن وہ جگہ (خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر لی گئی ہو) دوبارہ کاروبار شروع کرنے والے کی نہیں بلکہ اس کے والد کی ہوگی اور والد کی وفات کی صورت میں اس میں تمام ورثہ کا حق ہوگا، اور اسی طرح کاروبار کا گڈول بھی باپ کا حق ہے اور اس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کا حق ہوگا۔

۷- اس موضوع سے متعلق سماج میں پیش آنے والے مختلف مسائل ہیں جن کو واضح کرنے اور عام مسلمانوں کو ان سے واقف کرانے کی ضرورت ہے؛ اس لئے یہ اجتماع اکیڈمی سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ایک مفصل رہنما تحریر تیار کرے اور ان میں جو مسائل قابل تحقیق ہوں حسب گنجائش آئندہ منعقد ہونے والے سمیناروں میں انہیں اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ طے کرے۔

۸- ائمہ وخطباء اور علماء کرام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں معاملات کی صفائی کے سلسلے میں ذہن سازی کریں، اور شرکت ومیراث وغیرہ کے جو شرعی اصول واحکام ہیں ان سے ان کو آگاہ کریں، خاص طور پر والدین، اولاد، بھائیوں اور میاں بیوی کے درمیان شرکت کے مسائل سے واقف کرائیں۔

☆☆☆

تلخیص مقالات:

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا ہارون رشید ندوی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا انیسواں فقہی سمینار صوبۂ گجرات کے مشہور ادارہ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ، گجرات میں منعقد ہو رہا ہے۔

اکیڈمی کے ذمہ داران اور ارباب حل وعقد نے سمینار سے متعلق جن موضوعات کا انتخاب کیا اور سوالنامہ جاری کیا، ان میں ایک موضوع "کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت" بھی ہے۔

ہندوستان کے مختلف اداروں کے علماء، فقہاء اور ارباب علم ودانش نے اس موضوع پر اپنے گرانقدر علمی مقالات اکیڈمی کو ارسال کئے۔

تادم تحریر تقریباً ۲۶ حضرات کے مقالات اکیڈمی کو موصول ہوئے: جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حافظ شیخ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد صدر الحسن ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا لطیف الرحمٰن، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، مفتی اشرف قاسمی سعادتی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی شیر علی گجراتی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی خورشید انور اعظمی، مولانا محمد حذیفہ محمود احودی، مولانا ابوبکر قاسمی،

☆ رفیق شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا جعفر ملی رحمانی۔

اس موضوع سے متعلق پانچ سوالات جاری کیے گئے، سوالوں پر علماء کی آراء وخیالات نیز دلائل بالترتیب پیش کیے جاتے ہیں:

سوال ۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے؟ پارٹنر کی، ملازم کی، یا معاون کی؟۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران حضرات نے لکھا ہے کہ لڑکے والد کے معاون ہی قرار پائیں گے۔ (دیکھئے مقالہ: مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا سلمان پالنپوری، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبد الرحیم قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا صادق مبارکپوری، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا محمد حذیفہ، مولانا شیر علی گجراتی، مولانا اشرف قاسمی سعادتی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا شاہجہاں ندوی)۔

بعض حضرات نے اسکے ساتھ چند شرائط کا بھی ذکر کیا ہے: مولانا جمیل احمد نذیری صاحب نے اپنے مقالہ میں مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ والد کے مرنے کے بعد اگر بیٹے والد کے کاروبار کو چلاتے رہے اور آگے بڑھاتے رہے تو اس صورت میں سب بیٹے آپس میں برابر کے شریک قرار دیئے جائیں گے۔

بعض مقالہ نگاران کی رائے کے مطابق اس کے لئے تین شرطوں کا ہونا لازمی ہے:

(۱) باپ اور بیٹے دونوں ایک ہی پیشے میں شریک ہو کر کام کر رہے ہوں، (۲) سرمایہ

کل باپ کا ہو، (۳) اولاد باپ کی زیر کفالت ہوں، اس صورت میں باپ کی موت کے بعد ترکہ ''للذکر مثل حظ الأنثیین'' کے تحت تقسیم ہوگا۔ (دیکھئے مقالہ: مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی)۔

مولانا راشد حسین ندوی صاحب نے مزید کہا کہ الگ سے کام کرنے والے کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب کے مطابق: اگر لڑکے باپ کی عیال میں نہ ہوں تو ان کے عمل کی اجرت شرط کے مطابق ملنی چاہئے: ''أن یشترک بدنان بمال أحدھما وھو أن یکون المال من مثل أن یخرج أحدھما أیضاً ویعملان فیه معاً والربح بینھما فھذا جائز'' (المغنی مع الشرح الکبیر: ۵/۱۳۷)۔

جناب خورشید احمد اعظمی صاحب نے کہا کہ: حیثیت تو معاون کی ہوگی، کیونکہ ارکان شرکت مفقود ہے، والد کی وفات کے بعد اس متروکہ کاروبار میں وہ لڑکے جو شریک کار رہے اور وہ جنہوں نے والد کے ساتھ اس کاروبار میں شرکت نہیں کی، سب وراثت میں اپنے شرعی مستحق حصوں کے بقدر حقدار ہوں گے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ لڑکے باپ کے ساتھ ہی رہتے ہوں، ان کے عیال میں ہوں، لیکن اگر لڑکا الگ رہتا ہو، ساری چیزیں الگ ہوں، مگر کاروبار میں ساتھ ہو تو اجر مثل کا مستحق ہوگا۔

حافظ کلیم اللہ عمری مدنی صاحب نے آپس میں صلح واتفاق کے ساتھ ایک موزوں حصہ مقرر کر لینے کی تاکید کی تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور بطور حوالہ اس حدیث کو پیش کیا کہ ''لاضرر ولاضرار'' (دیکھئے مقالہ: حافظ کلیم اللہ عمری)۔

مولانا محمد عثمان بستوی صاحب کے الفاظ میں: مذکورہ صورت میں لڑکے کا شریک ہونا تو متعین ہے، کیونکہ اس صورت میں نہ تو شرکت عقد ہے اور نہ تو شرکت املاک البتہ اس کا معاون یا ملازم ہونا اس جگہ کے عرف پر موقوف ہوگا۔

مقالہ نگار حضرات نے مندرجہ نصوص کو بطور دلائل پیش کیا ہے:

☆ أب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما مال فالکسب کله للأب، إذا کان الإبن فی عیال الأب لکونه معیناً له ألا تری أنه لو غرس شجرة تکون للأب (ہندیہ:۲/۲۲۹)۔

☆ لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرأی (ردالمحتار:۳/۳۸۳)۔

☆ إذا عمل رجل فی صنعة هو وابنه الذی فی عیاله فجمیع الکسب لذلک الرجل وولده یعد معیناً له، فیه قیدان احترازیان کماتشعر عبارة المتن: الأول أن یکون الابن فی عیال الأب، الثانی: أن یعملا معاً فی صنعة واحدة إذ لو کان لکل منهما صنعة یعمل فیها وحده فربحه له (شرح المجلۃ:۱۳۹۸)۔

☆ أنت ومالک لأبیک فکلوا من کسب أولادکم (ابوداؤد:۲/۴۹۸)۔

☆ وإن أولادکم من کسبکم(ابن ماجۃ)۔

☆ ولد الرجل من کسبه (نسائی)۔

☆ إذا عمل أحد فی صنعة هو وابنه الذی فی عیاله واکتسبا أموالاً ولم یکن معلوماً أن للابن مالاً سابقاً، فکافة الکسب لذلک الشخص ولایکون لولده حصة فی الکسب بل یعد ولده معیناً ولیس له طلب أجر المثل (درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام:۳/۴۴۵)۔

☆لو دفع إلی ابنه مالاً یتصرف فیه الابن یکون للأب إلا إذا دلت دلالة علی التملیک کذا فی الملتقط (عالمگیری:۴/۳۹۲)۔

☆ رجل دفع إلی ابنه فی صحته مالاً یتصرف فیه ففعل وکثر ذلک فمات الأب إن أعطاه هبةً فالکل له وإن دفع إلیه لأن یعمل فیه للأب فهو میراث، کذا فی جواهر الفتاوی، قال لولده الصغیر تصرف فی هذا الأرض

فأخذ يتصرف فيهما لاتصير مالكاً (عالمگیری: ۴؍۲۹۲)۔

سوال ۲- اگر یہی صورت ہو، لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران حضرات کی رائیں مختلف ہیں:

بعض حضرات نے کہا کہ اگر سرمایہ معلوم ہو کہ کس نے کتنا لگایا ہے، تو بیٹوں کی حیثیت والد کے پارٹنر کی ہوگی اور سرمایہ کے مقدار کے اعتبار سے شرکت مانی جائے گی (دیکھئے مقالہ: مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شاہد علی قاسمی)۔

لیکن اگر سرمایہ کی مقدار معلوم نہ ہو تب بھی اولاد والد کے شریک ہی ہوں گے گرچہ اس صورت میں والد اور بیٹے سب برابر کے حصہ دار ہوں گے (دیکھئے مقالہ: مفتی اشرف قاسمی سعادتی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا صادق مبارکپوری، شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا ابوبکر قاسمی)۔

مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے اس سلسلہ میں وضاحت کی کہ: یہ معاملہ شرکت کا ہوگا اور طے شدہ شرائط پر عمل ہوگا، نفع ونقصان میں سب برابر کے شریک ہوں گے اور ہر شریک اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کے بقدر کاروبار کا مالک ہوگا۔

جبکہ بعض مقالہ نگاران کے مطابق: یہ شرکت عنان کی صورت ہوگی، رأس المال کے بقدر بھی منافع تقسیم ہوسکتے ہیں اور کمی بیشی کے ساتھ بھی، اصلاً معاہدہ کے مطابق عمل کیا جائے گا (دیکھئے مقالہ: مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا اشتیاق احمد اعظمی)۔

بعض حضرات نے کہا کہ اگر شرکت مقصود نہ تھی بلکہ باپ کی اعانت مقصود تھی تو اولاد معاون ہوں گے اور اگر بیٹوں نے قرض کہہ کر سرمایہ لگایا ہو تو بیٹوں کی حیثیت دائن اور مُقرض کی

ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا سلمان پالنپوری، مولانا محمد حذیفہ)۔

مولانا راشد حسین ندوی کے الفاظ میں: اولاً تو دونوں کو چاہئے یہ تھا کہ معاملات صاف رکھتے اور شرکت کے ارکان وشروط کا لحاظ رکھتے، لیکن اب چونکہ شرکت ہوگئی تو مسئولہ صورت میں سرمایہ کے بقدر نفع کا بیٹا مالک ہوگا اور اس مقدار کو باپ کے ترکہ سے خارج رکھا جائے گا (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ: مولانا ابوسفیان مفتاحی)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی صاحب نے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ شرکت عنان کی قبیل سے ہے جس میں کئی شرطوں کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں سرمایہ کا برابر ومساوی ہونا مشروط نہیں، سرمایہ کے عدم مساوات کے باوجود نفع میں اگر مساوات کی شرط ہے تو فقہاء عراق نے اسے جائز قرار دیا ہے، امام مالک وامام شافعی کے یہاں عدم جواز ہے۔

مولانا خورشید احمد اعظمی اور مولانا عبدالرحیم قاسمی صاحبان نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں دو صورتوں کا ذکر کیا کہ اگر بچوں کی رہائش والد کے ساتھ ہو تو بچے والد کے معاون ہوں گے، لیکن اگر ان کا رہنا سہنا الگ ہو تو وہ سرمایہ کے تناسب سے نفع میں شریک ہوں گا۔

مولانا شیر علی گجراتی صاحب نے اس صورت میں ملکیت باپ کی قرار دی اور بچوں کو ان کا تابع قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر باپ کے ساتھ رہنا، سہنا، کھانا پینا وغیرہ ہو تو تمام بھائی متروکہ مال میں برابر کے شریک ہوں گے، لہٰذا یہ مال بھی باپ کا ہوگا اور تمام بھائی باپ کے مرنے کے بعد اس مال میں برابر کے شریک ہوں گے۔

مولانا خورشید انور اعظمی صاحب کے الفاظ میں: سرمایہ اگر بغیر معاہدہ کے لگایا ہے تو تعاون ہوگا ورنہ حسب معاہدہ اس کاروبار میں شرکت ہوگی اور یہ شرکت فی الملک ہوگی، جیسا کہ ذکر ہے: "فإذا خلطا المالين على وجه لايمكن تمييز أحدهما عن الآخر فقد ثبتت الشركة في الملك فيبنى عليه شركة العقد" (مبسوط: ۱۱/ ۱۵۲)۔

مولانا شاہجہاں ندوی صاحب نے اس کی حیثیت متعین نہ کرنے کی صورت میں تبرع

قرار دیا اور کہا کہ یہی عرف بھی ہے لہٰذا بچوں پر لازم ہے کہ وہ اپنا سرمایہ کی حیثیت ضرور متعین کریں اور نفع کا تناسب بھی طے کریں۔

مقالہ نگاران حضرات نے مندرجہ ذیل نصوص کو بطور دلائل پیش کیا ہے:

☆ نظیره: ويوخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولايعلم التفاوت ولا التساوى ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية (ردالمحتار:۳/۳۸۳)۔

☆ وأما شرط جوازها فكون رأس المال عيناًحاضراً أو غائباً ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال (کذا فی محیط السرخسی:۲/۳۱۹)۔

☆ الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين (الفقه الإسلامی وأدلته: ۴/۷۹۲)۔

☆ فإنهم اتفقوا على أنه إذاكان الربح تابعاً لرؤوس الأموال أعنى إن كان أصل مال الشركة متساويين كان الربح بينهما نصفين واختلفوا هل يجوز أن يختلف رؤوس أموالها ويستويان في الربح فقال مالك والشافعي لايجوز وقال أهل العراق يجوز ذلک (بدایۃ المجتہد:۲/۲۷۵)۔

☆ زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لاغير فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته إن هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم وإن أقروا أنه كان يوم موته فهوميراث من الأب (شامی)۔

☆ والمساواة في رأس المال ليست بشرط فما كان من ربح فهوبينهماعلى قدر رؤوس أموالهما، فإن كانا اشترطا التفاوت فيه كتباه ذلک (ہندیہ:۲/۳۲۰)۔

☆ إذا شرطا الربح على قدر المالين متساوياً ومتفاضلاً فلاشک أنه

يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما (بدائع: ۶/ ۶۲)۔

سوال ۳:- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہو، لیکن دکان پر والد کو بٹھایا ہو یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران حضرات نے کہا ہے کہ کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، مذکورہ صورت میں والد کو دکان پر بٹھانے یا تبرکاً ان کے نام پر دکان کا نام رکھنے سے کاروبار میں والد کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا ابوسفیان مفتاحی، شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا سلمان پالنپوری، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد حذیفہ)۔

جبکہ بعض حضرات نے اس مسئلہ کی توضیح وتنقیح اس طرح کی ہے:

چونکہ یہاں شرکت کے ارکان وشروط نہ پائے جانے کی وجہ سے شرکت نہیں ہے اور والد کو غاصب بھی نہیں کہا جاسکتا، پھر جب نہ عقد ہے نہ غصب تو ایک ہی صورت بچتی ہے کہ اس کے عمل کو تبرع قرار دیا جائے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل نفع کا مالک بیٹا ہوگا، باپ کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، لہٰذا باپ کا انتقال ہو تو اس مال کو باپ کے ترکہ سے خارج رکھا جائے گا (دیکھئے: مفتی راشد حسین ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد اشرف قاسمی سعادتی)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب نے اس سلسلہ میں یہ وضاحت کی کہ اگر والد نے بیٹھنے سے قبل کوئی شرط نہیں لگائی ہے تو والد کی رضامندی کی دلیل ہوگی اور یہ بیٹھنا تبرعاً ہوگا، بعینہ یہی حکم والد کے نام پر دکان کے نام رکھنے کا بھی ہونا چاہئے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس صورت میں والد معاون ہوں گے اور اجر مثل کے مستحق

ہوں گے جبکہ سرمایہ مکمل لڑکے کا ہوگا (دیکھئے مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا عبد الرحیم قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا عبد الرحیم قاسمی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، ابوبکر قاسمی)۔

اسی ضمن میں مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب نے کہا کہ: البتہ اگر دکان کی رجسٹری میں مالکانہ حیثیت سے والد کا نام ہو تو دکان کی عمارت میں والد کی ملکیت سمجھی جائے گی۔

مولانا شیر علی گجراتی صاحب اس کی وضاحت میں الگ رائے رکھتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں: اگر کھانا پینا وغیرہ سب کچھ والد کے ساتھ ہو تو کاروبار باپ کا ہوگا اور والد کے بعد تمام بھائی اس میں شریک ہوں گے، لیکن اگر رہائش وطعام ساتھ نہ ہو تو کاروبار لڑکے کا شمار ہوگا اور اگر باپ پابندی سے نہ بیٹھتا ہو اور باپ کے ساتھ اجرت کی بات ہو تو اجرت کا مستحق ہوگا اور بعد میں تمام بھائی اس اجرت میں شریک ہوں گے اور تبرکاً والد کے نام پر دکان کا نام رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ مال صرف اسی لڑکے کی ملکیت ہوگی۔

مقالہ نگاران حضرات نے جن نصوص کو بطور دلائل پیش کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ والربح فی الشركة الفاسدة بقدر المال قوله والربح حاصله أن الشركة الفاسدة إما بدون مال أو به من الجانبين أومن أحدهما فحكم الأولى أن الربح فيها للعامل كما علمت، والثانية بقدر المال ولم يذكر أن لأحدهم أجراً لأنه لاأجر للشريك فی العمل بالمشترک كماذكروه فی قفيز الطحان، والثالثة لرب المال وللآخر أجر مثله۔

☆ الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين فی رأس المال والربح (الفقه الإسلامی وأدلته: ۴/ ۷۹۲)۔

☆ ولو أن رجلاً أجلس فی دكانه رجلاً يطرح عليه العمل بالنصف فالقياس أن لا تجوزهذه الشركة لأنها شركة العروض لأن من أحدهما العمل

ومن الآخر الحانوت والحانوت من العروض وشركة العروض من غير جائزة وفي الاستحسان جائزة لأن هذه شركة الأعمال (بدائع الصنائع:۵/۸۵)۔

☆ وكل واحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين (السنن الکبری للبیہقی:۷/۴۹۰)۔

☆ إن الشركة الفاسدة إما بدون مالٍ أو به من الجانبين أومن أحدهما فحكم الأولى أن الربح فيها للعامل كما علمت والثانية بقدر المال والثالثة لرب المال وللآخر أجر مثله (شامی)۔

☆ إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم يكن معلوماً للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالاً معلومة فيعد الابن في عيال الأب (درالحکام:۳/۴۴۵)۔

سوال ۴:- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، جبکہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران حضرات کی رائیں مختلف ہیں:

البتہ بیشتر حضرات نے کہا کہ اگر رہنا، سہنا، کھانا پینا ساتھ ہو تو دوسرے بھائیوں کی کمائی و جائیداد وغیرہ سب کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی اور دوسرے بھائی باپ کے معاون سمجھے جائیں گے (دیکھئے مقالہ: مولانا لطیف الرحمن، مولانا سلمان پالنپوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا صدر الحسن ندوی، مولانا صادق مبارک پوری، مفتی ثناء الہدی قاسمی، امولانا ابوبکر قاسمی، مولانا شیر علی گجراتی، خورشید انور اعظمی)۔

بعض حضرات نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: کبھی کھانا پینا مشترک ہوتا ہے، لیکن کچھ بھائی کاروبار میں باپ کے ساتھ ہوتے ہیں اور بعض کی کمائی باقاعدہ الگ ہوتی ہے تو جنکی کمائی الگ ہو وہ خود اس کے مالک ہوں گے (دیکھئے مقالہ: مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبدالرحیم قاسمی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا شاہد علی قاسمی)۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب نے کہا کہ: جن بھائیوں نے اپنا کاروبار الگ کیا، لیکن رہائش وغیرہ ساتھ ہے تو جنہوں نے کمائی کے دوسرے ذرائع اختیار کئے تو وہ جو رقم والد کو کما کر دیں گے صرف وہ مشترک سمجھی جائے گی۔

مفتی راشد حسین ندوی صاحب نے اپنے خیال کا اظہار یوں کیا کہ: مذکورہ صورت میں بیٹوں کی کمائی خود ان کی ہوگی، باپ یا دوسرے بیٹوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا، لیکن اگر باپ نے خود یہ کاروبار کرادیا ہو، اور باضابطہ مضاربت کی شکل ہو تو پھر شرائط کے مطابق باپ کا حق ہوگا اور بعد از انتقال ورثہ میں تقسیم ہوگا اور اگر قرض کی صورت میں تھا تو مال کے بقدر واپسی لازم ہوگی، جس کے مالک باپ اور بقیہ ورثاء ہوں گے۔

مفتی جمیل احمد نذیری صاحب نے اس مسئلہ کی دو صورتیں بیان کی ہیں:

اگر دوسرے بھائیوں کی کمائی اختیار کرنے میں ان کے والد اور اس بھائی نے مالی واخلاقی تعاون دیا ہو خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اور پھر تقسیم نہ ہوئی ہو کھانا وغیرہ سب کچھ ساتھ ہو تو ان دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی، ان کی تنہا ملکیت نہ ہوگی، سارے بھائی کسی نہ کسی طور پر گھر کی معاشی و کاروباری ترقی میں ایک دوسرے کے معاون سمجھے جائیں گے۔

لیکن اگر کاروبار اختیار کرنے والے بھائیوں کو اس بھائی اور باپ کی جانب سے کوئی اخلاقی و مالی تعاون نہیں ملا ہو اور انہوں نے خود اپنے بل پر اور جانفشانی و محنت کے ذریعہ اپنی تجارت کی ہو تو پھر ان کی کمائی خود ان کی ہوگی، کھانا پینا ایک ساتھ ہونے کے باوجود مشترک نہ سمجھی

جائے گی۔

جبکہ بعض حضرات نے یہ وضاحت کی کہ اگر تقسیم نہیں ہوئی ہو سب ساتھ ہیں، بھائیوں نے کمائی والد کو دے دی، جس سے مشترکہ طور پر گھر کا خرچ چلتا ہو تو وہ والد کی ملکیت شمار ہوگی اور بعد از وفات ترکہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے تحت تقسیم ہوگا، لیکن اگر ان بھائیوں نے اپنا سرمایہ کی کمائی الگ جمع کر رکھی ہو تو پھر وہ ان کی ذاتی ملکیت ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا سلمان پالنپوری، مولانا محمد حذیفہ)۔

بعض حضرات نے اس سلسلہ میں مطلقاً کہا کہ جنہوں نے کمائی کے دوسرے ذرائع اختیار کئے تو ان کی آمدنی وکمائی خود ان کی اپنی ہوگی دوسرے اس میں شریک نہ ہوں گے۔ "**للرجال نصیب مما اکتسبوا**" (دیکھئے مقالہ: حافظ کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا شاہجہاں ندوی)۔

جبکہ مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب کے الفاظ میں: دوسرے بھائیوں کی کمائی سب کے درمیان مشترک نہیں سمجھی جائے گی، البتہ جس بھائی نے والد کا ہاتھ بٹایا اور اس نے معاوضہ و تنخواہ نہیں لی تو اس کو والد کے مال سے اجرت مثل ادا کی جائے گی۔

نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

☆ **وفي الخانية زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب اللتي عليهم لا غير** (شامی)۔

☆ **للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن** (النساء)۔

☆ **زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية.** (ردالمحتار: ۳/ ۳۸۳)۔

☆ **ولو استاجر ابنه والمرأة ابنها ليخدمها في بيتها لم يجز ولا يجبر**

الآجر إذا خدم إلا إذا كان حراً أو مكاتباً كذا في الخلاصة (الہندیہ:۴/۴۳۵)۔

☆ فإذا كان الأب مزارعاً والابن صانع أحذية فكسب الأب من الزراعة والابن من صناعة الحذاء فكسب كل واحد منهما لنفسه وليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله (درر الحکام:۳/۴۴۵)۔

سوال ۵:-اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار کو شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگی یا والد کی؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگاران نے کہا کہ جس نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا اسی کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہیں ہوگی (دیکھئے مقالہ: مفتی اشرف قاسمی سعادتی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی)۔

جبکہ بعض حضرات نے مزید وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کی تنقیح کی ہے کہ ملکیت تو لڑکے کی ہوگی، لیکن اگر والد کی جگہ مملوکہ ہوتو اس کا کرایہ مقرر کرنا ہوگا اور اگر کرایہ کی ہوتو اس کا کرایہ از خود ادا کرنا ہوگا (دیکھئے مقالہ: مفتی لطیف الرحمٰن، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا صدر الحسن ندوی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی)۔

مولانا راشد حسین ندوی نے فرمایا کہ: اگر دکان کرایہ کی تھی تو تجدید اجارہ کے بعد کرایہ لڑکے کے ذمہ ہوگا، اگر والد کی ملکیت تھی تو جب تک والد نظر انداز کریں کوئی بات نہیں ورنہ جب چاہیں اس دکان کا کرایہ مقرر کردیں، یا وہاں سے ہٹانے کا مطالبہ کریں۔

مفتی ثناء الہدی قاسمی، خورشید انور اعظمی صاحبان نے الخراج بالضمان کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اگر باپ نے وہ دکان اس لڑکے کو ہبہ نہیں کیا ہے، صرف کاروبار کی اجازت دی ہے تو دکان کی مالیت والد کی باقی رہے گی اور ان کے انتقال کے بعد صرف دکان کی پوزیشن کی جو قیمت ہوگی اس میں سارے وارثوں کا حصہ ہوگا لیکن کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا۔

بعض حضرات نے کہا کہ دکان کو خریدنے یا کرایہ پر لینے کے لئے اگر پیشگی رقم دی گئی تھی تو اس میں سب شریک ہوں گے، لیکن وہ مملوکہ جگہ والد کی رہے گی (دیکھئے مقالہ: مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا انور علی اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

مولانا محمد حذیفہ کی وضاحت کے مطابق: اگر لڑکے کا مقصود والد کی اعانت تھا تو پھر یہ لڑکے کی جانب سے تبرع ہوگا اور ملکیت والد کی قرار پائے گی جبکہ اگر یہ مقصد نہ تھا تو پھر ساری ملکیت سرمایہ لگانے والے لڑکے کی ہوگی۔

مولانا مفتی سلمان پالنپوری صاحب نے اس مسئلہ کی تنقیح کرتے ہوئے چار صورتوں کا ذکر کیا کہ ان کا ہونا ضروری ہوگا: (۱) والد کے لئے ان کی اجازت کے ساتھ کاروبار شروع کیا تو کاروبار والد کا ہوگا اور والد پر سرمایہ کے بقدر قرض ہوگا۔ (۲) والد کے لئے اجازت کے بغیر کاروبار شروع کیا تو تبرع ہوگا اور کاروبار والد کا ہوگا۔ (۳) اپنے لئے والد کی اجازت سے کاروبار شروع کیا تو کاروبار لڑکے کا ہوگا اور اگر جگہ مملوکہ ہو تو بطور عاریت اس کا کرایہ ادا کرنا ہوگا۔ (۴) اپنے لئے کاروبار کیا مگر والد کی اجازت کے بغیر تو کاروبار لڑکے کا ہوگا، بغیر اجازت اس جگہ کا استعمال غصب قرار پائے گا، حاصل یہ کہ اگر اپنے لئے شروع کیا تو مالک خود ہوگا اور اگر والد کے لئے شروع کیا تو مالک والد ہوں گے۔

مولانا جعفر ملی رحمانی صاحب نے جدید دور کے اصطلاح کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح وضاحت کی کہ: جس نے سرمایہ لگایا ملکیت تو اسی کی ہوگی، کیونکہ نام تو محض ایک حق منفعت ہے، جس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی، البتہ اگر یہ نام رجسٹرڈ ہوں تو چونکہ Trade Mark آج

کل گاہکوں کی زیادہ رغبت یا بے رغبتی کا سبب بن گیا ہے، اس لئے فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق عوض لے کر اپنے اس حق کو چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن محض ٹریڈ مارک کی وجہ سے باپ کی ملک نہیں ہوگی، کیونکہ باپ کی ملکیت کے ثبوت کے لئے اسباب ملک میں سے کوئی سبب شرعی موجود نہیں ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اگر رہائش وطعام والد کے ساتھ ہوتو کاروبار والد کا اور اگر الگ ہوتو کاروبار خود اس کا ہوگا (دیکھئے مقالہ: مولانا شیر علی گجراتی، مولانا ابوسفیان مفتاحی)۔

نصوص مندرجہ ذیل ہیں:

☆ **المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما أموال كثيرة، فقيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها، وقيل بينهما نصفان** (شامی:۶/ ۳۹۲)۔

☆ **قالت الحنفية: الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين في رأس المال والربح** (الفقہ الاسلامی وأدلتہ: ۴/ ۷۹۴)۔

☆ **وفي الخانية زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لاغير** (شامی)۔

☆ **وماشتراه أحدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه إذا دفعه من المال المشترك** (شامی:۶/ ۴۷۸)۔

☆ **إذا كان الابن في عيال أبيه ومعيناً له يكون جميع ما تحصل من الكسب لأبيه وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شراءه لأبيه بإذنه لايكون له الاختصاص بدون وجه شرعي بل هو خاص بالأب فإن كان شراءه لنفسه ودفع ثمنه من مال أبيه بإذنه يكون خاصاً به وبدل الثمن مضمون للأب** (الفتاوی الکاملیۃ، کتاب الشرکۃ: ۵۱)۔

☆ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعه وعلی هذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالأوقاف وفیها فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغة، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص، لکن أفتی کثیر باعتباره وعلیه فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال (درالمختار مع الرد:۷/۲۵-۲۶)۔

☆ اعلم أن اسباب الملک ثلاثة: ناقل کبیع وهبة، وخلافة کإرث، وإصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید أوحکماً بالتهیة کنصب شبکة لصید (درمع الرد:۱۰/۴۶)۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی کے انیسویں فقہی سمینار واقع جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ گجرات میں مجھ بے بضاعت وکم مایہ کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہے کہ ''کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت'' جیسے اہم اور حساس موضوع پر عرض مسئلہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ اس موضوع پر بیس مقالات موصول ہوئے، ماشاء اللہ بیشتر مقالات، عمدہ، جامع اور موضوع پر پورے طور پر حاوی ہیں، جن سے مقالہ نگار حضرات کی محنت و جانفشانی اور دقت نظری کا پتہ چلتا ہے، مقالہ نگار حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد صدر الحسن قاسمی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا لطیف الرحمٰن بمبئی، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا فاخر میاں فرنگی محلی، مفتی محمد اشرف قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی شیر علی قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محمد حذیفہ محمود داحودی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، راقم سطور خورشید انور اعظمی۔

سوال ۱:- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہوگئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا

☆ صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس۔

کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے، پارٹنر کی، ملازم کی یا معاون کی؟

اس سوال کے جواب میں شیخ کلیم اللہ عمری نے بیٹے کی حیثیت متعین کیے بغیر کہا: باپ اور بیٹوں کے درمیان کوئی اصول یا شروط طے نہ ہونے کی صورت میں انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ آپس میں صلح و اتفاق کے ساتھ شرکت عمل کا موزوں حصہ مقرر کرلیا جائے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ آپ نے سنن ابن ماجہ کی حدیث "لاضرر ولا ضرار" سے استدلال کیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ آپ کا رجحان بیٹے کے پارٹنر ہونے کی جانب ہے۔

بقیہ مقالہ نگار حضرات نے بیٹے کو معاون مانا ہے، آپ حضرات نے عمومی طور پر فقہاء کرام کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے استدلال کیا ہے:

۱- الأب والإبن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان في عياله لكونه معينا له(ردالمحتار ۳/ ۳۸۳)۔

۲- إذا عمل رجل في صنعة هو وابنه الذى في عياله فجميع الكسب لذلک الرجل وولده يعد معينا له (شرح المجلہ لسلیم رستم باز رقم المادۃ ۱۳۹۸)۔

۳- لو دفع إلى ابنه مالا يتصرف فيه الابن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة على التمليک، كذا في الملتقط (عالمگیری ۴/ ۳۹۲)۔

۴- "و إن استاجر الرجل ابنه ليخدمه في بيته لم يجز، ولا أجر عليه، لأن خدمة الأب مستحقة على الإبن دينا وهو مطالب به عرفا، فلا يأخذ عليه أجرا، ويعد من العقوق إن يأخذ الولد الأجر على خدمة ابيه، والعقوق حرام" (المبسوط ۱۶/ ۶۱)۔

مفتی راشد حسین ندوی، مولانا شاہد علی قاسمی نے زیر بحث مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: چونکہ یہاں نہ شرکت کے ارکان موجود ہیں اور نہ اجارہ کے، اسی طرح اجارہ کی شرط "اجرت

معلومہ'' بھی مفقود ہے، اس لئے بیٹے کی حیثیت معاون کی ہوگی۔ مولانا شاہجہاں ندوی کا خیال ہے کہ والد کا ہاتھ بٹانے والے لڑکوں پر لازم ہے کہ والد سے واضح معاملہ طے کر کے شریک کار ہو جائیں ورنہ ان کی حیثیت متبرع کی ہوگی، اسی طرح والد پر لازم ہے کہ اگر وہ یہ بھانپ لیں کہ لڑکے اپنے تعاون کے بدلے عوض کے خواہشمند ہیں تو وہ ان کے لئے دیگر ملازم کی طرح ماہانہ اجرت یا نفع میں سے ایک حصہ مقرر کر دے۔ مولانا محمد حذیفہ کی رائے ہے کہ اگر شریک کار ہوتے وقت والد سے کوئی معاملۂ ملازمت طے ہوا ہے تو اس کے مطابق عمل ہوگا اور اگر کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو تو لڑکا معاون شمار ہوگا اور ساری کمائی باپ کی ہوگی۔

مفتی سلمان پالنپوری، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا محمد حذیفہ داحودی وغیرہ نے بشرح مجلّہ کے حوالہ سے بیٹے کے معاون ہونے کیلئے تین شرطوں کی صراحت بھی کی ہے: (۱) باپ اور بیٹے کا پیشہ متحد ہو (۲) سرمایہ باپ کا ہو (۳) بیٹا باپ کی کفالت میں ہو۔ مفتی سلمان پالنپوری نے یہ بھی واضح کیا کہ اگر مذکورہ شرطیں نہ پائی جائیں تو لڑکا معاون نہ ہوگا، چنانچہ باپ کو بیٹے کی الگ پیشے سے حاصل شدہ کمائی میں مداخلت کا حق نہ ہوگا اگرچہ بیٹا باپ کے زیر عیال ہو، اسی طرح اگر بیٹا باپ کے زیر عیال نہیں ہے اور دونوں ایک پیشے میں شریک ہو کر کام کر رہے ہیں تو بیٹا طے شدہ اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر اجرت طے نہ ہو تو جہالت اجرت کے سبب یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ لہٰذا کل سرمایہ باپ کا ہوگا اور لڑکا اجرت مثل کا مستحق ہوگا، مولانا خورشید احمد اعظمی نے بھی بیٹے کو باپ کے عیال میں نہ ہونے کی صورت میں اجرت مثل کا مستحق مانا ہے اور شامی کی عبارت ''وماحصله أحدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله'' (ردالمحتار ۶/۵۰۲) سے استدلال کیا ہے، راقم سطور کی بھی ناقص رائے یہی ہے کہ اگر لڑکا والد کے زیر عیال نہ ہو اور والد کے کاروبار میں بحیثیت معاون شریک کار ہو تو جس طرح عقد فاسد میں معاون اجر مثل کا مستحق ہوتا ہے یہ لڑکا بھی اجر مثل کا مستحق ہوگا، عالمگیری (۳/۶۲۵) میں ہے: ''فان عمل أحدهما واعانه الآخر فی جمیع ما أخذه کان للمعین أجر المثل ''۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی

کا خیال ہے کہ لڑکوں کے عمل کی اجرت شرط کے مطابق ملنی چاہئے۔ آپ نے اس سلسلے میں المغنی لابن قدامہ کی ایک عبارت پیش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک یہ صورت از قبیل مضاربت ہے"إن یشترک بدنان بمال أحدهما وهو أن یکون المال من أحدهما والعمل منهما مثل ان یخرج احدهما الفا ویعملان فیه معا والربح بینهما فهذا جائز ونص علیه احمد فی روایة ابی الحارث وتکون مضاربة، لأن غیر صاحب المال یستحق المشروط له من الربح بعمله فی مال غیره وهذا هو حقیقة المضاربة" المغنی ۵/ ۱۳۷-۱۳۸۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے یہاں مضاربت میں مال کو مضارب کے حوالے کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ زیر بحث مسئلہ میں یہ صورت نہیں ہے۔

سوال ۲:- اگر یہی صورت ہو، لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مفتی شیر علی قاسمی کی رائے ہے کہ اگر بچوں نے اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہے تب بھی ملکیت باپ کی ہوگی، اس وجہ سے کہ بچے باپ کے تابع ہوتے ہیں، نیز صحابہ کرام کے زمانہ سے تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے کہ کچھ اولاد کام کرتی ہو اور کچھ نہیں، اور باپ کے ساتھ رہنا سہنا کھانا پینا وغیرہ ہو تو تمام بھائی متروکہ مال میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

مولانا شاہجہاں ندوی کا خیال ہے کہ اگر سرمایہ کی حیثیت متعین نہ ہو تو لڑکا متبرع ہوگا یہی عرف ہے، بچوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کی حیثیت متعین اور نفع کا تناسب طے کرلیں، اور اگر ایسا نہیں کیا تو والد کو چاہئے کہ ان کے لئے نفع کا ایک تناسب طے کردے، اور اگر ایسا بھی نہ ہوسکا تو دفع ضرر کے لئے اسے شرکت فاسدہ مانتے ہوئے اس کے مال کے بقدر نفع کی شرح مقرر کردینا چاہئے۔

مولانا خورشید احمد اعظمی کا خیال ہے کہ اگر لڑکا والد کے عیال میں ہے تو معین ہوگا اور اگر

عیال میں نہیں ہے تو بقدر سرمایہ اس کاروبار کے نفع میں شریک مانا جائے گا، اگر چہ اس کا معاہدہ نہ ہوا ہو، اس وجہ سے کہ الگ رہنا اور اپنا سرمایہ لگا کر شریک ہونا مقتضیات شرکت سے ہیں۔ مفتی عبدالرحیم قاسمی کا بھی یہی خیال ہے، آپ نے عیال میں ہونے کی صورت میں شامی کی عبارت: **زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للاب وللبنين الثياب التي عليهم لاغير** (ردالمحتار ۳۵۰/۳) سے اور عیال میں نہ ہونے کی صورت میں فتاوی امارت شرعیہ واحسن الفتاوی کے بعض فتاوے سے استدلال کیا ہے۔

مولانا محمد حذیفہ نے کہا: سرمایہ لگاتے وقت اگر شرکت، قرض، یا اعانت کی صراحت ہو تو اسی کے مطابق لڑکا شریک قرض خواہ، یا معاون ہوگا، ورنہ عرف یا قرینۂ حال سے کوئی پہلو تلاش کیا جائے گا۔

بقیہ مقالہ نگار حضرات نے لڑکوں کو پارٹنر مانا ہے۔ شیخ کلیم اللہ عمری نے کہا: طے شدہ اصول وضوابط کی روشنی میں اتنے حصے میں وہ شریک کاروبار سمجھے جائیں گے جتنا سرمایہ انھوں نے لگایا تھا، مولانا محمد صادق مبارکپوری کی رائے ہے: جتنے نفع پر معاملہ طے ہوا ہے اس کے حقدار ہوں گے، مولانا ابوسفیان مفتاحی اور مولانا فاخر میاں فرنگی محلی نے کہا: بچے اپنے اپنے سرمایہ کے بقدر خود مالک ہوں گے معاون نہ ہوں گے، مولانا صدر الحسن قاسمی نے کہا: چونکہ بچوں نے والد کی اجازت سے اپنا سرمایہ لگایا ہے اس لئے اپنے حصے کے مطابق والد کے کاروبار میں پارٹنر ہوں گے۔ مولانا ابو بکر قاسمی نے کہا: لڑکا بقدر سرمایہ مالک ہوگا یا بوقت شرکت نفع کا جو فیصلہ طے ہوا ہے اس کے مطابق نفع تقسیم ہوگا آپ نے بدائع الصنائع کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے: **إذا شرطا الربح على قدر المالين متساويا أو متضامنا فلا شك أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما۔** (بدائع ۲۶/۶)۔

مولانا لطیف الرحمٰن بمبئی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی نے اس صورت کو شرکت عنان کے قبیل سے مانا ہے۔ اس لئے بچے حسب معاہدہ طے شدہ

حصے کے بقدر باپ کے کاروبار میں شریک اور طے شدہ حصے کے بقدر نفع کے مستحق ہوں گے۔

مفتی راشد حسین ندوی اور مولانا شاہد علی قاسمی نے کہا: بہتر تو یہ تھا کہ باپ بیٹے معاملہ صاف کر لیتے اور باقاعدہ شرکت کے ارکان وشروط کا لحاظ رکھتے لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو اس صورت میں چونکہ شرکت عقود کے ارکان لفظا و معنی مفقود اور شرکت ملک کا رکن اجتماع نصیبین موجود ہے، اس لئے یہ شرکت ملک ہوگی یا ربح کے بارے میں کوئی بات طے نہ ہونے کے سبب شرکۃ فاسدہ ہوگی۔ اور دونوں صورتوں میں نفع کا استحقاق بقدر مال ہوگا۔ آپ حضرات نے (شرکۃ ملک) ورکنها اجتماع النصيبين وحكمها وقوع الزيادة على الشركة بقدر الملك (فتاوی ہندیہ ۲/۳۰۱) وشرط جواز هذه الشركات كون المعقود عليه عقد الشركة قابلا للوكالة كذا في المحيط وان يكون الربح معلوم القدر فان كان مجهولا تفسد الشركة (ہندیہ ۲/۳۰۲) والربح في الشركة الفاسدة بقدر المال (شامی ۳/۳۸۳) وغیرہ عبارتوں سے استدلال کیا ہے۔

راقم سطور کی ناقص فہم میں بھی یہی بات آتی ہے کہ یہ شرکت ملک کی صورت ہے۔ اس لئے کہ درمختار میں شرکت ملک کی تعریف: وهي أن يملك متعدد عينا أو دينا بارث أو بيع أو غيرهما" کے بعد توضیحی عبارت: "بأی سبب كان جبريا أو اختياريا ولو متعاقبا كما لو اشترى شيئاً ثم اشرك فيه آخر" (ردالمحتار ۶/۴۶۶) سے اسی جانب اشارہ ملتا ہے۔ یا پھر جہالت ربح کے سبب شرکت فاسدہ مانا جائے اور بقدر مال بیٹے کو نفع کا مستحق قرار دیا جائے۔

سوال ۳:- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو یا تبرکا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مفتی شیر علی قاسمی کا خیال ہے کہ اگر کھانا پینا وغیرہ سب کچھ والد کیساتھ ہو تو کاروبار باپ کا ہوگا ورنہ لڑکے کا شمار ہوگا اور اگر باپ کیساتھ اجرت کی بات طے ہوئی

ہوتو اجرت کا مستحق ہوگا۔

بقیہ مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ کاروبار لڑکے کا ہوگا، مولانا محمد صادق مبارکپوری نے سنن بیہقی کی حدیث: كل واحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين سے استدلال کیا ہے، مفتی راشد حسین ندوی نے کہا: والد کا یہ عمل بیٹے کے حق میں تبرع ہوگا اس لئے کل نفع کا مالک بیٹا ہوگا، مولانا لطیف الرحمٰن بمبئی نے اس سلسلے میں امداد الفتاوی سے مدد لی ہے، مولانا خورشید احمد اعظمی اور مفتی عبدالرحیم قاسمی کی رائے ہے کہ اگر لڑکا علیحدہ رہتا ہے تو والد کے دوکان پر بیٹھنے کے باوجود کاروبار لڑکے کا ہوگا، اور والد اجر مثل کے مستحق ہوں گے۔ آپ کا مستدل شامی کی یہ عبارت ہے:

إن الشركة الفاسدة إما بدون مال أو به من الجانبين أومن أحدهما فحكم الاولى ان الربح فيها للعامل كما علمت والثانية بقدر المال الى قوله والثالثة لرب المال وللآخر أجر مثله (شامی ۳/ ۳۵۰)۔ مفتی محمد اشرف قاسمی نے کہا: چونکہ کاروبار لڑکے نے اپنے سرمایہ سے شروع کیا ہے اور باپ کی طرف سے لڑکے کی محض اعانت ہوئی ہے، اس لئے یہ کاروبار لڑکے کا ہوگا، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے کہا: اگر والد بغیر شرط کے بیٹھتے ہیں تو یہ تبرع ہے، اور والد کو اپنے بیٹھنے کے عوض نصف نفع کا معاملہ طے کرنے کا اختیار ہے۔ اسے شرکت اعمال اور شرکت تقبل کے قبیل سے سمجھا جائے گا (بدائع ۵/ ۸۵)، مفتی انور علی اعظمی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی نے لڑکے کے کاروبار کے مالک ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس پر شرکت کی تعریف: الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين في رأس المال والربح (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۲) صادق نہیں آتی، مولانا محمد حذیفہ نے کہا: لڑکے کے معاون کہلانے کی شرط یہ ہے کہ سرمایہ باپ کا ہو اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے اس لئے لڑکا مالک اور باپ معین ہوگا۔ مولانا ابوبکر قاسمی نے جامع ترمذی کی حدیث: ''الخراج بالضمان'' سے استدلال کیا ہے، مولانا شاہجہان ندوی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت:

مایتولد من شئ مملوک یکون مملوکا لصاحب الأصل لأن مالک الأصل هو مالک الفرع (الفقہ الاسلامی وادلتہ لوہبہ الزحیلی ۴؍۲۹۱۴) وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

راقم الحروف کا بھی خیال یہی ہے کہ لڑکا اس کاروبار کا مالک ہے، اس لئے کہ یہاں شرکت کی کوئی بھی صورت موجود نہیں ہے، نہ شرکت ملک اور نہ شرکت عقد، والد کی حیثیت صرف ایک معاون کی ہے۔

رہا والد کے نام پر تبرکا دوکان کا نام رکھے جانے کا مسئلہ تو اس سلسلے میں بعض مقالہ نگار حضرات نے کوئی رائے نہیں دی ہے، لیکن جن حضرات نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس کی وجہ سے لڑکے کے کاروبار ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

سوال ۴:- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے جبکہ آپس کی تقسیم نہیں ہوئی تھی سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا شاہجہاں ندوی، مفتی راشد حسین ندوی، مولانا محمد حذیفہ داحودی کا خیال ہے کہ دوسرے ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائیوں کی کمائی مشترک نہ ہوگی بلکہ اس کے وہ تنہا مالک ہوں گے، شیخ کلیم اللہ عمری نے اللہ تعالیٰ کے قول: للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء مما اکتسبن (النساء) سے استدلال کیا ہے، مولانا شاہجہاں ندوی نے حدیث نبوی: كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس اجمعين (سنن دار قطنی ۴؍۲۳۵ وسنن بیہقی ۱۰؍۳۱۹) وغیرہ سے استدلال کرتے ہوئے مزید کہا: والد کا ہاتھ بٹانے والے بھائی کو چاہئے کہ باپ سے ماہانہ اجرت، یا نفع کا ایک

حصہ طے کرلے یا اپنا سرمایہ لگا کر والد کے کاروبار میں شریک ہوجائے، مفتی راشد حسین ندوی کا بھی یہی خیال ہے، مگر آپ نے اس میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر باپ نے اپنے سرمایہ سے کاروبار کرایا ہے تو یا تو وہ مضاربت کے طور پر ہے تو شرائط کے مطابق اس میں باپ کا حق ہوگا اور اگر بطور قرض دیا ہے تو واپسی لازم ہوگی اور اگر تبرعاً دیا ہے تو ملکیت باپ کی ہوگی، اس لئے کہ بلوغ کے بعد والد کی ذمہ داری اولاد کے نفقات سے ختم ہوجاتی ہے، مولانا محمد حذیفہ نے کہا: چونکہ اتحاد صنعت نہیں ہے، اس لئے دوسرے ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائی اپنی کمائی کے تنہا مالک ہوں گے: آپ نے درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام سے استدلال کیا ہے:

فإذا كان مزارعا والابن صانع احذية فكسب الأب من الزراعة والإبن من صناعة الحذاء فكسب كل واحد منهما لنفسه وليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله" (۳/۴۴۵ مادہ ۱۳۹۸) البتہ اگر مال باپ کے پاس جمع ہوتا ہو تو وہ مشترک سمجھا جائے گا۔

دیگر مقالہ نگار حضرات نے اس طرح کی آمدنی کو مشترک قرار دیا ہے، بعض نے مطلقاً اور بعض نے کچھ قیود کے ساتھ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے فتاوی رحیمیہ ۹/۱۸۵ کے حوالے سے کہا: اگر لڑکے نے رقم دوسرے ذرائع معاش کے ذریعہ کما کر باپ کے پاس جمع کیا تو وہ رقم مشترک سمجھی جائے گی، مفتی عبدالرحیم قاسمی کا بھی یہی خیال ہے، اس تفصیل کے ساتھ کہ اگر والد کھانے پینے کے خرچ کے بقدر لیتے ہیں اور باقی مال میں مداخلت نہیں کرتے تو باقی ماندہ مال کا لڑکا مالک ہوگا۔

مولانا ابوبکر قاسمی نے کہا: اگر ساری کمائی ایک جگہ جمع ہوتی ہے تو وہ مشترک ہوگی، آپ نے شامی کی عبارت: قال في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وكل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبهما ولايعلم التفاوت والتساوي ولا التمييز فاجاب بانه بينهما على السوية سے استدلال کیا ہے۔

مفتی انور علی اعظمی کا خیال ہے کہ اگر کھانا پینا مشترک ہے اور لڑکے کے ذرائع معاش کے سلسلے میں پونجی باپ نے فراہم کی ہے یا کسی ادارہ میں ملازم ہے تو جب تک کھانا پینا مشترک ہے کمائی بھی مشترک ہوگی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی کا بھی یہی خیال ہے مگر ملازم کی تنخواہ کو وہ لڑکے کی ملکیت قرار دیتے ہیں اور باپ کے ساتھ رہنے والے لڑکے کے لئے دونوں حضرات بطور حق الخدمہ وصلہ رحمی کچھ عطیہ وہبہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

مفتی شیر علی قاسمی اور مولانا محمد صادق مبارکپوری نے اس طرح کی کمائی کے تمام بھائیوں میں مشترک ہونے کے سلسلے میں شامی کی عبارت: **وفی الخانیة زوج بنیه الخمسة فی داره وکلهم فی عیاله واختلفوا فی المتاع فهو للاب وللبنین الثیاب التی علیهم لاغیر** (ردالمختار ۳/ ۳۸۳) سے مفتی لطیف الرحمٰن بمبئی اور مولانا ابو سفیان مفتاحی نے فتاوی رحیمیہ ۹/ ۱۸۹، ۵/ ۱۵۹ سے اور مولانا شاہد علی قاسمی نے کفایت المفتی ۷/ ۳۰۹ وغیرہ سے استدلال کیا ہے، مولانا خورشید احمد اعظمی نے شامی کی **وفی الخانیة زوج بنیه الخمسه** والی عبارت کو اپنا مستدل بناتے ہوئے کہا: اگر لڑکے باپ کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں تو ذرائع آمدنی کے الگ ہونے کے باوجود وہ سب عرفاً والد کے معاون سمجھے جائیں گے۔

راقم سطور کی ناقص رائے بھی یہی ہے کہ اگر لڑکا باپ کے عیال میں ہے، اور آپس میں تقسیم نہیں ہوئی ہے تو صنعت خواہ متحدہ ہو یا مختلف بہر صورت تمام کمائی کا مالک باپ ہوگا، اس لئے کہ عرف میں تمام لڑکوں کو ایک مشترک فیملی کا فرد سمجھا جاتا ہے، کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی ان کی علیحدگی کا تصور نہیں ہوتا۔ رہیں وہ عبارتیں جن میں لڑکے کے معاون ہونے کے لئے اتحاد صنعت کی صراحت موجود ہے تو اس سلسلے میں نہایت ادب کے ساتھ عرض ہے کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ بھی اپنے زمانے کے عرف پر مبنی ہیں، جبکہ آج کی صورت حال یہ ہے کہ لڑکوں کو دوسرے ذرائع معاش کے اپنانے کا باپ مشورہ دیتا ہے، مالی تعاون کرتا ہے، اس سلسلے میں اپنے اثر

ورسوخ کا استعمال کرتا ہے، اس کے نفع نقصان کی فکر رکھتا ہے، اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ میرے مختلف بیٹے مختلف ذرائع کے توسط سے میرے معاون ہیں، لہٰذا آج کے عرف میں لڑکے کے تعاون ہونے کے لئے اتحاد صنعت کی شرط محل غور وفکر ہے۔

سوال ۵:- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو موجود ہو اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی مقام سے دوبارہ شروع کیا تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگی یا والد کی؟

اس سوال کے جواب میں مفتی شیر علی قاسمی کا خیال ہے کہ اگر کاروبار کی جگہ والد کی ہو اور والد کے ساتھ رہنا سہنا ہو تو کاروبار والد کا ہوگا اور اگر والد کے ساتھ رہنا سہنا نہ ہو اور جگہ بھی دوسرے کی ہو اور لڑکا اس کا کرایہ دیتا ہو تو کاروبار لڑکے کا ہوگا، اس وجہ سے کہ اگر لڑکا مرجائے تو باپ وراثت کا مستحق ہوگا، اگر باپ کا مال ہوتا تو باپ وراثت کا مستحق نہ ہوتا بلکہ کل مال باپ کا ہوتا۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی نے فتاوی رحیمیہ کے حوالے سے کہا: اگر لڑکا باپ کے ساتھ رہتا ہے تو کاروبار باپ کا ہوگا اور اگر الگ رہتا ہے تو لڑکے کا ہوگا، لڑکا کاروبار کی جگہ کا کرایہ دے یا معاوضہ سے خریدے۔

مفتی سلمان پالنپوری کا خیال ہے کہ اگر لڑکے نے والد کے لئے شروع کیا ہے تو کاروبار والد کا ہوگا اور اگر اپنے لئے شروع کیا ہے تو اس کا ہوگا، آپ نے شامی کی عبارت:

"عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيومر بالتفريغ بطلبها ذلك ولها باذنها فالعمارة لها وهو متطوع فی البناء فلا رجوع" (شامی ۱۰/ ۳۹۳)،

اس جگہ کے سلسلے میں آپ کا خیال ہے کہ وہ جگہ اگر والد کی مملوک ہو اور کاروبار اس کی اجازت سے شروع کیا ہو تو اس کا استعمال بطور عاریت ہے بشرطیکہ عقد اجارہ نہ ہو، اور اگر بغیر اجازت کے شروع کیا ہو اس کا استعمال غصب ہوگا اور منافع غصب کا ضمان مضمون نہیں ہوتا الا یہ کہ وہ وقف یا مال صغیر ہو تو منافع کا ضمان یعنی اجرت مثل لازم ہوگا لہٰذا لڑکے سے کرائے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتا۔ "ولو استعمل واحد مالا بدون اذن صاحبه كان غاصبا فلا يلزمه منافعه" (شرح المجلہ لسلیم رستم باز رقم المادہ ص:۵۹۶)۔

مولانا محمد حذیفہ کا خیال ہے کہ اگر مقصود اعانت ہو تو لڑکے کی طرف سے تبرع ہے، کاروبار والد کی ملکیت ہوگا اور اگر مقصود اعانت نہ ہو تو کاروبار لڑکے کا ہوگا، اس وجہ سے کہ کاروبار باپ کا ہونے کیلئے سرمایہ باپ کا ہونا چاہئے نہ کہ لڑکے کا۔ آپ نے درر الحکام کی عبارت: يوجد ثلاثة شروط لاعتبار الولد معينا لابيه اتحاد الصنعة وفقدان الأموال سابقا اذا كان للاب اموال سابقة كسبها ولم يكن معلوما للابن اموال ..... (۴۴۵/۳) وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

بقیہ مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، مولانا محمد صادق مبارکپوری نے درمختار کی عبارت: وفي الدرر لايستحق الربح الا باحدى ثلاث بمال او عمل او تقبل (الدر المختار ۳۸۳/۳) سے استدلال کیا ہے، مولانا شاہجہاں ندوی نے تحفۃ الفقہاء کی عبارت: فيكون الربح لرب المال بسبب ماله لانه نماء ماله (۱۹/۳) وغیرہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا: اصل یہ ہے کہ جس کا سرمایہ ہے ملکیت اسی کی ہوتی ہے، مفتی راشد حسین ندوی نے کہا: کاروبار لڑکے کا ہوگا البتہ دوکان اگر کرایہ کی ہو تو تجدید کرایہ کے بعد اس کا کرایہ لڑکے کے ذمہ ہوگا اور اگر باپ کی مملوکہ ہو تو کرایہ طے کرلے یا ہٹانے کا مطالبہ کرے یا نظر انداز کردے۔ مفتی لطیف الرحمٰن بمبئی نے اس سلسلے میں: "المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملها أموال كثيرة قيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان

لها كسب عليحدة فهو لها" (شامی ۳/ ۳۹۲) سے استدلال کیا ہے اور جگہ کے بارے میں کہا کہ اگر وہ والد کی مملوکہ ہو تو لڑکے کو اس کا کرایہ دینا ہوگا اور کرایہ کی ہو تو خود اس کا کرایہ ادا کرے، مولانا خورشید احمد اعظمی نے کہا مملوکہ جگہ والد کی ہوگی اور اگر کرایہ کی ہو اور اسکی پیشگی رقم والد نے ادا کر دی ہو تو اس میں بقیہ اولاد شریک ہوں گے، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی نے کہا: والد کی رضامندی کے بعد اسی فرم سے شروع ہونے والا کاروبار لڑکے کی ملکیت میں ہوگا والد اگر اس پر کچھ عوض لینا چاہیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ آپ نے مفتی تقی عثمانی، یوسف قرضاوی، وہبہ زحیلی اور حضرت تھانوی کی تحریروں سے استدلال کیا ہے۔ مفتی انور علی اعظمی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی نے کہا: زیر بحث مسئلہ پر شرکت کی تعریف صادق نہیں آتی اس وجہ سے کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، جگہ اگر باپ کی ملکیت ہے تو وہ کرایہ لے سکتا ہے اور اگر کرایہ کی ہے تو لڑکا کرایہ کا مسئلہ اصل مالک سے طے کرے گا، مفتی عبد الرحیم قاسمی کی رائے ہے کہ کاروبار لڑکے کا ہوگا، جگہ اگر مملوکہ ہو تو اس کی مالیت میں تمام ورثہ کا حصہ ہوگا، اور اگر کرایہ کی ہو تو جس نے مالک سے لی ہو وہ جگہ اسی کی ہوگی، مولانا ابوبکر قاسمی نے اس سلسلے میں الخراج بالضمان (ابوداؤد ۲/ ۴۹۵) سے استدلال کیا ہے اور جگہ کے تعلق سے کہا کہ اگر وہ باپ کی مملوکہ ہو تو باپ کو اس کا مناسب کرایہ ادا کرے۔

مولانا شاہد علی قاسمی نے کہا: چونکہ سرمایہ کا مالک لڑکا تھا، اور باپ کی جانب ملکیت کی منتقلی کے ذرائع ہبہ، بیع، قرض وغیرہ اختیار نہیں کئے گئے اس وجہ سے لڑکا ہی مالک ہوگا، البتہ باپ جگہ کا کرایہ لے سکتا ہے، جب دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے کھیتی کرنے یا مکان تعمیر کرنے پر بھی صاحب زمین اس کھیتی یا مکان کا مالک نہیں ہوتا تو صورت مسئولہ میں باپ بدرجۂ اولی اس کاروبار کا مالک نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے: "من بنى او غرس في أرض غيره بغير اذنه امر بالقلع والرد" (الدر المختار ۲/ ۲۰۷)۔

راقم سطور کی ناقص رائے بھی یہی ہے کہ کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا خواہ کاروبار کی

باپ کی مملوکہ ہو یا کرایہ کی، اس لئے کہ اس میں صرف لڑکے کا سرمایہ لگا ہے، شرکت کی بظاہر کوئی صورت نہیں ہے، البتہ مملوکہ جگہ والد کی ہوگی اور کرایہ کی صورت میں والد کی جانب سے پیشگی اداشدہ رقم بھی والد کی ہوگی اور والد کے بعد تمام ورثہ اس کے حقدار ہوں گے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

☆☆☆

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

کاروباری دنیا میں والد کے ساتھ اولاد کا تعاون-حیثیت اور ذمہ داریاں

مولانا شاہجہاں ندوی ☆

یہ ایک سماجی مسئلہ ہے جو افراط وتفریط کا شکار ہے، عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لڑکے شروع میں اپنے والد کا ہاتھ بٹاتے ہیں اور ان کے کام میں شامل ہوکر ان کا بھر پور تعاون کرتے ہیں، لیکن جب ان کی شادی ہوجاتی ہے، اور وہ خود بیوی اور بال بچے والے ہوجاتے ہیں، تو پھر ان کے ذہن میں اس طرح کی بات آتی ہے کہ ہمارے دیگر بھائی اپنی آمدنی جمع کررہے ہیں، اور میں نے اپنی پوری زندگی والد کے ساتھ کھپادی، اور مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا، لیکن اس کے باوجود وہ والد کے ساتھ اپنا معاملہ طے نہیں کرتے ہیں، والد بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان تعاون کرنے والے لڑکوں کی قربانی کا خیال نہیں کرتے ہیں، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ والد صاحب اپنے بڑے بچوں کی قربانی کو نظر انداز کرتے ہوئے، چھوٹے بچوں ہی کو زیادہ نوازدیتے ہیں، یہ اس مسئلہ کا افراط پر مبنی پہلو ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے، اور مستقبل کے خطرات کے پیش نظر بہت سے بچے اپنے والد کے تعاون سے دست کش ہوجاتے ہیں، اور ان کو مشکل کی گھڑی میں تنہا چھوڑ دیتے ہیں، یہ اس مسئلہ کا تفریط پر مبنی پہلو ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ والدین کی خدمت اور ان کا تعاون بڑی سعادت مندی کی بات ہے، ارشاد باری ہے: "وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إياه، وبالوالدين إحسانا"

☆ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرالہ۔

(الإسراء:۲۳) (اور تیرے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو)۔

یقیناً اگر ضرورت ہو تو والدین اپنی اولاد کے مال سے لے سکتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه" (یقیناً پاکیزہ ترین کھانا وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی سے کھائے، اور اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہے) (سنن نسائی، کتاب البیوع، باب الحث علی الکسب، حدیث نمبر ۴۴۶۱، وسنن ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأکل من مال ولدہ، حدیث نمبر ۳۵۲۸، والحاکم فی المستدرک، وصححہ ووافقہ الذہبی حدیث نمبر ۲۲۹۵، وابن حبان فی صحیحہ، حدیث نمبر ۴۲۵۹، ۴۲۶۰)۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وارد ہے: "إن أولادكم هبة الله لكم" يهب لمن يشاء إناثا، ويهب لمن يشاء الذكور (الشوری:۴۹)، "فهم وأموالهم لكم إذا احتجتم إليها" (أخرجہ الحاکم ۲/ ۲۸۴، وعنہ البیہقی ۷/ ۴۸۹ بإسناد صحیح) (بے شک تمہاری اولاد تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں نوازتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ اور ان کے اموال تمہارے لئے ہیں، جب کہ تمہیں اس کی ضرورت ہو)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أنت ومالك لأبيك" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۲۹۱، والسنن الکبری للبیہقی ۷/ ۴۸۰) (تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے)۔

ابن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں: "وللأب أن يأخذ من مال ولده، ما شاء ويتملكه، مع حاجة الأب إلى ما يأخذه، مع عدمها، صغيراً كان الولد أو كبيراً، بشرطين، أحدهما: أن لا يجحف بالابن، ولا يضربه، ولا يأخذ شيئا تعلقت به حاجته، الثاني: أن لا يأخذ من مال ولده، فيعطيه الآخر، نص عليه أحمد في

رواية إسماعيل بن سعيد، وذلك لأنه ممنوع من تخصيص بعض ولده بالعطية من مال نفسه، فلأن يمنع من تخصيصه بما أخذ من مال ولده الآخر أولى، وقد روي أن مسروقا زوج ابنته بصداق عشرة آلاف ، فأخذها، وانفقها في سبيل الله ، وقال للزوج: جهز امرأتك ، وقال أبو حنيفة ومالك والشافعي: ليس له أن يأخذ من مال ولده إلا بقدر حاجته، للأن النبي ﷺ قال: إن دماءكم وأموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا (متفق عليه)، وروى الحسن أن النبي ﷺ، قال: كل أحد أحق بكسبه من والده وولده والناس أجمعين (رواه سعيد في سننه) وهذا نص، وروي أن النبي ﷺ قال: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا عن طيب نفسه" (رواه الدارقطني)، ولأن ملك الابن تام على مال نفسه، فلم يجز انتزاعه منه ، كالذي تعلقت به حاجته، ولنا ما روت عائشة رضی اللہ عنہا قالت: "إن أطيب ما أكلتم من كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم" (أخرجه سعيد والترمذي وقال: حديث حسن)، إلى أن قال -رحمه الله- : وقوله : "أحق به من والده وولده" مرسل، ثم هو يدل على ترجيح حقه على حقه، لا على نفي الحق بالكلية، والولد أحق من الوالد، بما تعلقت به حاجته (المغني، كتاب الهبة والعطية ۳۲۰/۶-۳۲۳، ط: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م)۔

(اور باپ کے لئے جائز ہے کہ اپنی اولاد کے مال سے جس قدر چاہے لے، اور اسے اپنی ملکیت میں لے لے، خواہ جو مال لے رہا ہے اس کی باپ کو ضرورت ہو یا نہ ہو، لڑکا بالغ ہو یا نابالغ، دو شرطوں کے ساتھ: (۱) ایک یہ کہ بیٹے کے سارے مال کا ہی خاتمہ نہ کردے، اور نہ اسے نقصان پہنچائے، اور نہ ایسی چیز لے، جس سے بیٹے کی حاجت وابستہ ہو (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی اولاد کا مال لے کر دوسرے لڑکے کو نہ دے، اسماعیل بن سعید کی روایت میں امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے، اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ اسے روک دیا گیا ہے کہ اپنے مال میں

سے عطیہ کے ذریعہ اپنی بعض اولاد کو خاص کرے، تو اسے دوسری اولاد کا مال لے کر کسی اولاد کو خاص کرنے سے بدرجہ اولی منع کیا جائے گا، اور مروی ہے کہ مسروق نے اپنی بیٹی کا نکاح دس ہزار درہم مہر میں کیا، اور اسے لے کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیا، اور شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی کے لئے سامان فراہم کرو، اور امام ابوحنیفہ مالک اور شافعی کا قول ہے کہ باپ حاجت کے بقدر ہی اپنی اولاد کے مال میں سے لے سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارا خون اور مال تم پر حرام ہے جس طرح تمہارے لئے اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے" (بخاری ومسلم)، حسن بصری نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر ایک اپنی کمائی کا اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے"، سے سعید نے اپنی سنن میں روایت کی ہے، اور یہ صریح نص ہے، اور مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہے، اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے، اور اس لئے کہ بیٹے کی ملکیت اپنے مال پر کامل ہے، تو اس سے لینا جائز نہیں ہوا، جیسے وہ مال لینا جائز نہیں، جس سے اس کی حاجت وابستہ ہو، اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ "پاکیزہ ترین کھانا وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاؤ، اور یقیناً تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہیں" اس کی روایت سعید اور ترمذی نے کی ہے، اور ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، یہاں تک کہ مغنی کے مؤلف نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ لڑکا اپنے باپ اور اپنی اولاد کے مقابلہ میں اپنی کمائی کا زیادہ حقدار ہے" یہ مرسل ہے، پھر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیٹے کا حق اپنی کمائی میں باپ کے حق پر راجح ہے، بالکلیہ باپ کے حق کی نفی پر دلالت نہیں کرتی ہے، اور بلا شبہ والد کے مقابلہ اولاد اپنے اس مال کی زیادہ حقدار ہے جس سے اس کی حاجت وابستہ ہو)۔

یہ مسئلہ صرف شہر یا کاروبار کا ہی نہیں ہے، بلکہ دیہات میں بھی عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ بڑا لڑکا اپنی کمائی کے ذریعہ اپنے چھوٹے بھائی اور بہنوں کی تعلیم اور شادی کا انتظام کرتا

ہے، اور اس طرح باپ کا تعاون کر کے زمین و جائداد کو فروخت ہونے سے بچا لیتا ہے، جب کہ چھوٹے بھائی بالعموم ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوتے ہیں، لیکن بڑے بیٹے کو اس قربانی کا کوئی صلہ نہیں ملتا ہے۔

بلاشبہ شریعت کا مسئلہ واضح ہے کہ بغیر عوض کے کسی کو کوئی چیز یا منفعت کا مالک بنانا ''ہبہ'' اور ''تبرع'' کہلاتا ہے، اس طرح کے مسائل میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ائمہ اور خطباء لوگوں کی ذہن سازی کریں، اور ان کو بتائیں کہ معاملہ خواہ والد کے ساتھ ہو یا بھائی کے ساتھ واضح ہونا چاہئے اور حیثیت کا تعین کر کے کاروبار میں شرکت ہونی چاہئے، یا باپ کو جو رقم دے رہا ہے وہ کس حیثیت سے ہے، سب واضح ہونا چاہئے، مفتی تقی عثمانی مدظلہ اپنے بیانات میں مسئلہ کے اس پہلو کو واضح کر رہے ہیں۔

بہت حد تک والد بھی اس طرح کے معاملات کو سلجھا سکتے ہیں، چنانچہ ایک باپ کا فرض بنتا ہے کہ تعاون کرنے والے بیٹے یا رقم فراہم کرنے والی اولاد کی قربانی کا خیال رکھتے ہوئے جائداد یا کاروبار کا ایک حصہ ان کے نام سے کر دے، ''خانیہ'' میں ہے: **"ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض في ذلك على عن أبي حنيفة أنه لا بأس به، إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين ، فإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار، سوّى بينهم، يعطي للابنة مثل لا يعطي للابن، وقال محمد: يعطى للذكر ضعف ما يعطي للأنثى، والفتوى على قول أبي يوسف"** (الخانیۃ بہامش الہندیۃ ۳/۲۷۹، ط: دار الفکر، بیروت ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱م)۔

(اور اگر کوئی شخص صحت و تندرستی کی حالت میں اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے، اور اس سلسلہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا چاہے، تو ہمارے علماء سے اصولی کتابوں اور ظاہر الروایہ میں اس کے بارہ میں کوئی روایت نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس میں کوئی

حرج نہیں ہے، جب کہ ترجیح دینداری میں زیادتی کی بنا پر ہو، تو اگر دونوں برابر ہوں، تو مکروہ ہے، اور معلّٰی نے ابویوسف سے روایت کی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس کے ذریعہ نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کرے، اور اگر اس کے ذریعہ ضرر پہنچانے کا قصد کرے، تو پھر ان کے درمیان برابری کرے، چنانچہ بیٹی کو بیٹے کے بقدر دے، اور امام محمد کا قول ہے کہ بیٹے کو بیٹی کا دوگنا دے، اور فتویٰ امام ابویوسف کے قول پر ہے)۔

اس تمہید کے بعد سوالات کے جوابات تحریر ہیں:

"تنویرالأبصار" میں ہے: "**الإجارة شرعاً: تمليك نفع مقصود من العين بعوض**" (تنویرالأبصار مع الدرالمختار ۹/ ۴-۵، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴م)۔ (شریعت کی اصطلاح میں "اجارہ" عوض کے بدلہ ایسے نفع کا مالک بنانا ہے جو کسی چیز سے مقصود ہو)۔

اور "ہندیہ" میں ہے: "**وأما ركن الإجارة فالإيجاب والقبول بالألفاظ الموضوعة في عقد الإجارة**" (الہندیۃ ۴/ ۴۰۹) (جہاں تک رکن اجارہ کا تعلق ہے، تو وہ ایجاب وقبول ہیں ان الفاظ کے ساتھ جو عقد اجارہ میں مقرر ہیں)۔

عالمگیری ہی میں ہے: "**وأما شرائط الصحة، فمنها رضا المتعاقدين، ومنها أن تكون الأجرة معلومة**" (الہندیہ ۴/ ۴۱۱، ط: دارالفکر، بیروت) (جہاں تک اجارہ کے صحیح ہونے کی شرطوں کا تعلق ہے، تو ان میں سے ایک عاقدین کی باہمی رضامندی ہے، اور انہی میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اجرت معلوم ہو)۔

ردالمختار میں ہے: "**بخلاف غيره، فإنه عدوان محض**" (ردالمحتار، مطلب الآمر لاضمان علیہ إلا فی ستۃ ۶/ ۲۱۴، ط: دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م) (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب کہ باپ اپنے بیٹے کو اپنی زمین میں ہوا والے دن یا معمول سے زیادہ آگ روشن کرنے کا حکم دے، اور آگ پھیل کر پڑوسی کی زمین تک پہنچ کر کسی چیز کو ہلاک کردے، تو باپ

ضامن ہوگا، کیونکہ یہ بیٹے سے خدمت لینا ہے، لہذا حکم صحیح ہے کیونکہ باپ کی خدمت واجب ہے، برخلاف باپ کے علاوہ دوسرے شخص کے، کیونکہ دوسرے کے حکم دینے کی صورت میں یہ کھلی ہوئی زیادتی ہے لہذا ضمان آگ روشن کرنے والے پر ہوگا نہ کہ حکم دینے والے پر)۔

''مبسوط'' میں ہے: ''وإن استأجر الرجل ابنه ليخدمه في بيته ، لم يجز، ولا أجر عليه، لأن خدمة الأب مستحقة على الابن دينا، وهو مطالب به عرفا، فلا يأخذ عليه أجرا، ويعد من العقوق أن يأخذ الولد الأجر على خدمة أبيه، والعقوق حرام، وكذلك إن استأجرته الأم، لأن خدمتها أوجب عليه، فإنها أحوج إلى ذلك، وأشفق عليه، وإن كان أحدهما استأجره ليرعاه غنما، أو يعمل غير الخدمة جاز، فإن ذلك غير مستحق عليه، ولا هو مطلوب في العرف، وإن استأجر الابن أباه أو أمه أو جده أو جدته لخدمته لم يجز، لأنه منهي عن استخدام هؤلاء، لما فيه من الإذلال فلا يجوز أن يصير ذلك مستحقا له من قبلهم بعقد الإجارة، وكيف يستحق هو، ولا يترك هو ليستخدم والده ولا الوالدة تخدمه، ولكن إن عمل شيئا من ذلك، فله الأجر، لأن بعد الاستخدام ،لولم يوجب عليه الأجر، كان معنى الإذلال فيه أكبر، ولأنا لم نحكم بصحة العقد في الابتداء، لكي لا تصير خدمته مستحقه عليه، وقد زال هذا المعنى ، حتى أقام العمل'' (المبسوط، باب إجارة الرقيق في الخدمة وغيرها''، ۱۶۰/۱۱، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ)۔

(اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو اجرت پر رکھے، تا کہ گھر میں وہ اس کی خدمت کرے، تو یہ جائز نہیں ہے، اور اس پر کوئی اجرت نہیں ہے، اس لئے کہ دینی حیثیت سے بیٹے پر باپ کی خدمت لازم ہے، اور بیٹے سے عرف میں اس کا مطالبہ ہے، تو وہ اس پر اجرت نہیں لے سکتا ہے، اور نافرمانی میں سے سمجھا جاتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی خدمت پر اجرت لے، اور ماں باپ کی

نافرمانی حرام ہے، اور ایسے ہی ماں اگر بیٹے کو اجرت پر رکھے، اس لئے کہ ماں کی خدمت اس پر زیادہ واجب ہے، کیوں کہ ماں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے، اور ماں اس پر زیادہ شفیق ہے، اور اگر والدین میں سے کوئی اپنے بیٹے کو اپنی بکری چرانے کے لئے اجرت پر رکھے، یا خدمت کے علاوہ کام کرنے کے لئے رکھے، تو جائز ہے، کیونکہ یہ اس پر لازم نہیں ہے، اور نہ ہی یہ عرف میں مطلوب ہے، اور اگر بیٹا اپنے باپ یا ماں یا دادا یا دادی کو اپنی خدمت کے لئے اجرت پر رکھے، تو یہ جائز نہیں، اس لئے کہ اسے شرعاً منع کر دیا گیا ہے کہ ان لوگوں سے خدمت لے، کیونکہ اس میں ان کو ذلیل کرنا ہے، تو جائز نہیں کہ یہ عقد اجارہ کے سبب ان کی طرف سے اس کے لئے لازم ہو، اور اسے اس کا کیونکر استحقاق ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اسے چھوڑا نہیں جا سکتا ہے کہ اپنے والد سے خدمت لے، اور نہ ہی والدہ اس کی خدمت کر سکتی ہے، لیکن اگر والد اس میں سے کوئی کام کرے تو اس کو اجرت ملے گی، اس لئے کہ خدمت لینے کے بعد اگر اس پر اجرت واجب نہ کی جائے، تو اس میں ذلیل کرنے کا مفہوم زیادہ ہے، اس لئے کہ ہم نے ابتدا میں عقد کے صحیح ہونے کا فیصلہ اس لئے نہیں کیا کہ بیٹے کی خدمت کا استحقاق باپ پر نہ ہو، اور یہ علت دور ہو چکی کہ اس نے عمل کو انجام دے دیا ہے)۔

''تنویر الأبصار'' میں ہے: ''الشركة شرعاً: عبارة عن عقد بين المتشاركين في الأصل والربح'' (التنویر مع الدر المختار ٦/ ٤٦٦)۔

(شرکت شریعت میں سرمایہ اور نفع میں دو شریک ہونے والے کے درمیان ہونے والے عقد کا نام ہے)۔

''ہندیہ'' میں ہے: ''شركة ملك، وهي أن يتملك رجلان شيئاً من غير عقد الشركة بينهما'' (الہندیہ ٢/ ٣٠١) (شرکت ملک یہ ہے کہ دو شخص کسی چیز میں باہم شرکت قائم کیے بغیر مالک بن جائیں)، ''موسوعہ'' میں ہے: ''التبرع: بذل المكلف مالاً أو منفعة لغيره في الحال أو المآل، بلا عوض، بقصد البر والمعروف غالباً''

(الموسوعة الفقہیہ ۱۰/۶۵) (تبرع عاقل بالغ کا مال یا منفعت کو فوری طور سے یا بعد میں دوسرے کے لئے صرف کرنے کا نام ہے جو بالعموم بھلائی کے قصد سے ہو)۔

ان فقہی عبارات سے واضح ہے کہ اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی حیثیت نہ پارٹنر کی ہے نہ ملازم کی ہے، بلکہ ان کی حیثیت معاون اور تبرع کرنے والوں کی ہوگی۔

والد کا ہاتھ بٹانے والے لڑکوں پر لازم ہے کہ والد سے واضح معاملہ طے کر کے شریک کار بنیں، ورنہ ان کی حیثیت تبرع کرنے والوں کی ہوگی، جن کا مقصد والد کا تعاون کر کے آخرت کا ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اسی طرح والد پر لازم ہے کہ اگر وہ اس بات کو بھانپ لے کہ لڑکا تعاون کے بدلہ عوض کا خواہش مند ہے تو وہ اس کے لئے دیگر ملازم کی طرح ماہانہ اجرت یا نفع میں سے ایک حصہ جیسے پانچواں یا دسواں حصہ مقرر کر دے، کیونکہ نفقہ واجبہ کے علاوہ میں اولاد کے درمیان فرق کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ نفقہ میں عدل یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق دے، باقی امور میں برابری لازم ہے تا کہ ظلم میں نہ پڑ جائے، چنانچہ سلف صالحین اپنے چھوٹے بچوں کو بوسہ لینے میں بھی برابری کرتے تھے، تا کہ ظلم نہ ہو جائے، اس حدیث شریف کی بنا پر جس میں یہ بات آئی ہے کہ بشیر بن سعد انصاری نے جب اپنے بیٹے نعمان بن بشیر کو عطیہ دیا اور ام نعمان نے کہا کہ میں اس وقت راضی ہوں گی جب تم اس بات کا گواہ سرکار دو عالم ﷺ کو بنا لو، اور انہوں نے یہ بات آپ ﷺ سے عرض کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أكل ولدك نحلتهم مثل ذلك؟ قال: لا، قال: اتقوا الله، واعدلوا بين أولادكم، أشهد على هذا غيري، فإني لا أشهد على جور" (صحیح بخاری کتاب الھبۃ، باب الاشھاد فی الھبۃ، حدیث نمبر ۲۵۸۷، وصحیح مسلم، کتاب الھبات، باب کراہۃ تفضیل بعض الأولاد فی الھبۃ، حدیث نمبر ۱۶۲۳) (کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی

کی مانند دیا ہے، تو انہوں نے عرض کیا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو، میرے علاوہ کسی اور کو اس کا گواہ بناؤ، کیونکہ میں ظلم کا گواہ نہیں بنتا ہوں)۔

یہ عدل نہیں ہے کہ جس لڑکے نے اپنی پوری زندگی والد کے ساتھ لگا دی اس کو اس لڑکے کے برابر دے، جس نے کہیں اور ملازمت کر کے آمدنی کو علاحدہ اپنے لیے مخصوص رکھا، لہٰذا والد پر لازم ہے کہ ہاتھ بٹانے والے لڑکے کی اجرت مقرر کر دے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو پھر مرنے سے پہلے اس لڑکے کے لئے جائداد یا کاروبار کا کوئی حصہ خاص کر کے اس کے نام کر دے جس نے اپنی پوری زندگی اس کے ساتھ کھپا دی ہے، اگر نہ لڑکوں نے اپنی حیثیت متعین کر کے کام کیا، اور نہ والد صاحب نے اس کی قربانی کا خیال رکھا، تو کیا "الضرر یزال" (الأشباہ والنظائر، القاعدۃ الرابعۃ ۱/ ۱۵۴) (ضرر کو دور کیا جائے گا)، اور "لا ضرر ولا ضرار" (شرح القواعد الفقہیۃ، القاعدۃ الثامنۃ عشرۃ، المادۃ: ۱۹، ۱/ ۹۳) (کسی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر)، نیز "الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف" (شرح القواعد الفقہیۃ للزرقا، القاعدۃ السادسۃ والعشرون، المادۃ: ۲۷، ۱/ ۱۱۶) (شدید ترین ضرر کو خفیف ترین ضرر سے زائل کیا جائے گا)، ان قواعد کی روشنی میں اجارہ فاسدہ مانتے ہوئے اجرت مثل لازم کی جا سکتی ہے جب کہ ہاتھ بٹانے والے لڑکوں کے بال بچے کی تعلیم وشادی والد کے مال سے نہ ہوئی ہو، اس بارہ میں اکیڈمی اجتماعی غور وخوض کر سکتی ہے۔

۲- "ہندیہ" میں ہے: "الھبۃ تملیک عین بلا عوض" (الہندیۃ ۴/ ۳۷۴) (ہبہ بغیر کسی عوض کے کسی چیز کا مالک بنانے کا نام ہے)، اور "ردالمحتار" میں ہے: "القرض شرعاً: ما تعطیہ من مثلي لتتقاضی مثلہ" (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض ۷/ ۳۸۸) (شریعت کی اصطلاح میں قرض یہ ہے کہ تم مثلی دے کر اس کے مثل کو وصول کرو)۔

"بدائع الصنائع" میں ہے: "أما ركن القرض، فهو الإيجاب والقبول، والإيجاب قول المقرض: (أقرضتك هذا الشئى، أو خذ هذا الشئى قرضا، ونحو ذلك، والقبول: هو أن يقول المستقرض: استقرضت، أو قبلت، أو رضيت، أو ما يجرى هذا المجرى" (البدائع ۷/ ۳۹۴، کتاب القرض)، (جہاں تک قرض کے رکن کا تعلق ہے، تو وہ ایجاب وقبول ہیں، اور ایجاب قرض دینے والے کا یہ کہنا ہے کہ میں نے تجھے یہ چیز قرض دیا، یا اس چیز کو قرض کے طور پر لو، اور اسی کی مانند دیگر الفاظ، اور قبول یہ ہے کہ قرض لینے والا یہ کہے کہ میں نے قرض لیا، یا قبول کیا، یا میں راضی ہوا، یا جو اس کے قائم مقام ہو)۔

"عالمگیری" میں ہے: "وشركة عقد، وهي أن يقول أحدهما: شاركتك في كذا، ويقول الآخر قبلت" (الہندیۃ ۲/ ۳۰۱) (اور شرکت عقد یہ ہے کہ شریکین میں سے ایک کہے کہ میں نے اتنے مال میں تیرے ساتھ شرکت کی، اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا)۔

"تنویر الأبصار" میں ہے: "وركنها" اي ماهيتها "الإيجاب والقبول" ولو معنى، كما لو دفع له ألفا، وقال أخرج مثلها، واشتر، والربح بيننا" (التنویر مع الدر ۶/ ۴۷۴) (اور شرکت عقد کا رکن یعنی ماہیت ایجاب وقبول ہیں، اگرچہ معنی کے لحاظ سے ہو، جیسا کہ اگر اسے ہزار روپے حوالہ کرے، اور کہے کہ اسی کے مثل نکالو، اور خرید کر کے تجارت کرو اور نفع ہمارے درمیان ہوگا)، "رد المحتار" میں ہے: "ولو معنى" يرجع إلى كل من الإيجاب والقبول" (رد المحتار ۶/ ۴۷۴) (اگرچہ معنی کے اعتبار سے ہو، اس کا تعلق ایجاب وقبول میں سے ہر ایک سے ہے)۔

"ہندیہ" میں ہے: "الشركة الفاسدة: هي التى فاتها شرط من شرائط الصحة" (الہندیۃ ۲/ ۳۳۲) (شرکت فاسدہ یہ ہے کہ اس میں شرکت کی صحت کی شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو)۔

اسی میں ہے: "وكل شركة فاسدة، فالربح فيها على قدر رأس المال كألف لأحدهما ألفين، فالربح بينهما أثلاثاً، وإن كانا شرطا الربح بينهما نصفين، بطل ذلك الشرط" (الہندیۃ ۲/۳۳۵) (اور ہر شرکت فاسدہ میں نفع سرمایہ کے بقدر ہوگا، جیسے ایک کا ہزار ہو اور دوسرے کے دو ہزار، تو دونوں کے درمیان نفع تہائی کے اعتبار سے ہوگا، اور اگر دونوں نے باہم نصف نصف نفع کی شرط لگائی ہو، تو وہ شرط باطل ہو جائے گی)۔

"ردالمحتار" میں ہے: "إذا دفع لا بنه مالا ، فتصرف فيه الابن، يكون للأب، إلا إذا دلت دلالة التمليك" (ردالمحتار، کتاب الہبۃ ۸/۴۹۰) (اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے، اور بیٹے نے اس سے کاروبار کیا، تو سارا سرمایہ باپ کا ہوگا، مگر یہ کہ مالک بنانے کا قرینہ موجود ہو، تو پھر سارا سرمایہ بیٹے کا ہوگا)۔

"ولو كان الابن كبيراً، فهو متبرع، لأنه لا يملك الأداء بلا أمره" (ردالمحتار، مطلب فی ضمان الولی المہر ۴/۲۸۹) (اور اگر بیٹا بالغ ہو اور باپ اس کی طرف سے مہر ادا کردے، تو وہ تبرع کرنے والا ہوگا، کیونکہ اسے بیٹے کی اجازت کے بغیر ادا کرنے کا اختیار نہیں ہے)۔

"ولوشرى لصبيه طعاما بماله، وللصبي مال، فهو متبرع استحسانا" (مجمع الضمانات، باب فی الوصی والولی والقاضی ۷/۲۳۱، جلد اور صفحہ نمبر مکتبہ شاملہ کے مطابق ہے) (اور اگر اپنے بچہ کے لئے اپنے مال سے کھانا خریدے، حالانکہ بچہ کے پاس مال ہو، تو وہ بہ طور استحسان تبرع کرنے والا ہوگا)۔

"كل من أدى حقا عن الغير بلا إذن أو ولاية، فهو متبرع، ما لم يكن مضطرا" (قواعد الخرادی، مسائل الشرکۃ/۳۵۶) (ہر وہ شخص جو دوسرے کی طرف سے اجازت یا ولایت کے بغیر حق ادا کردے تو وہ تبرع کرنے والا ہوگا، جب کہ مجبور نہ ہو)۔

ان فقہی عبارات سے واضح ہوا کہ اگر بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے

ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو، اور اس سرمایہ کی حیثیت متعین نہ کی ہو، تو یہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا، اور یہی عرف ہے، لہٰذا بچوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کی حیثیت متعین کرلیں اور نفع کا تناسب بھی طے کرلیں، اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو خود والد کو چاہئے کہ ان کے لئے نفع کا ایک تناسب طے کردے، اگر اسے ایسا محسوس ہو کہ یہ تعاون اور سرمایہ کے بدلہ مال کے خواستگار ہیں، اور اگر والد نے ایسا نہیں کیا تو مرنے سے پہلے ان کے ایثار کا خیال رکھتے ہوئے جائداد یا کاروبار کا ایک حصہ ان کے نام کردے، تاکہ عدل کا تقاضا فوت نہ ہو، اور اگر والد نے اپنی زندگی میں ایسا نہیں کیا اور اس لڑکے نے اپنی جان ومال سے والد کا تعاون کیا، اور اس کے بال بچوں کی تعلیم اور شادی بھی والد کے مال سے نہ ہوئی، تو کیا ایسی صورت میں اس کے سرمایہ کی شرکت کے پیش نظر، دفع ضرر کے لئے اسے شرکت فاسدہ مانتے ہوئے اس کے مال کے بقدر نفع کی شرح مقرر کی جاسکتی ہے؟ اس پر اکیڈمی اجتماعی غور وخوض کرسکتی ہے۔

٣- ''تحفۃ الفقہاء'' میں ہے: "ثم المضاربة متى فسدت ، وقد ربح فيها ، فالربح لرب المال ، وللمضارب أجر المثل ، لأن استحقاق رب المال الربح ، لكونه نماء ماله ،والمضارب إنما يستحق بالشرط ، وقد فسد العقد ، لكن عمل له بحكم عقد فاسد ،فيلزمه أجر المثل، وكذا إذا لم يربح، لأنه استعمله مدة في عمله، فكان عليه أجر العمل" (التحفۃ، کتاب المضاربۃ ٢٥/٣، ط: دارالکتب العلمیۃ ،بیروت، ١٩٠٥ھ-١٩٨٤م) (پھر مضاربت جب فاسد ہوجائے اور اس میں نفع ہوا ہو تو سارا نفع مال کے مالک کا ہے، اور مضاربت کرنے والے کو اجرت مثل ملے گی، کیونکہ مال کا مالک نفع کا حقدار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس کے مال کی بڑھوتری ہے، اور مضاربت کرنے والا شرط کی بنا پر نفع کا حقدار ہوتا ہے، اور عقد فاسد ہوچکا، لیکن اس نے عقد فاسد کی بنا پر اس کے لئے عمل کیا ہے تو اس پر اجرت مثل لازم ہے، اور ایسے ہی جب کہ نفع نہ ہو، کیونکہ اس نے اسے ایک مدت تک'

کام میں استعمال کیا ہے، تو اس پر کام کی اجرت لازم ہوگی)۔

"ہندیہ" میں ہے: "وإن كان الابن حرا، فاستأجر أحد الأبوين، ليرعى غنما له، أو استأجره لعمل آخر، وراء الخدمة، فإنه يجوز، كذا في الذخيرة" (الهندية ۴/۴۳۵) (اور اگر بیٹا آزاد ہو، اور وہ ماں باپ میں سے کسی کو اجرت پر رکھے، تاکہ وہ اس کی بکری چرائے یا دوسرے کام کے لئے اجرت پر رکھے، خدمت کے علاوہ، تو یہ جائز ہے، ایسے ہی ذخیرہ میں ہے)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر کرتے ہیں: "ما يتولد من شئي مملوک يكون مملوكاً لصاحب الأصل، لأن مالک الأصل، هو مالک الفرع" (الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۴/۲۹۱۴، ط: دار الفکر المعاصر، بیروت ۱۹۹۷م) (مملوکہ چیز سے جو پیدا ہو وہ اصل کے مالک کی مملوک ہوگی کیونکہ اصل کا مالک ہی فرع کا مالک ہے)۔

فتح القدیر میں ہے: "والربح للعامل وهو صاحب العطام، لأنه كسب ماله" (فتح القدیر ۵/۴۱۱، ط: دار إحیاء التراث العربي، بیروت) (اور نفع کام کرنے والے یعنی جو کہ اس جگہ خود کھانا کا مالک ہے اس کے لئے ہے کیونکہ وہ اس کے مال کی آمدنی ہے)۔

اسی میں ہے: "لأن الربح في وجوده تابع للمال" (فتح القدیر ۵/۴۱۲) (اس لئے کہ نفع اپنے وجود میں مال کے تابع ہے)۔

"بدائع الصنائع" میں ہے: "ولو قال: خذ هذه الألف على أن لک نصف الربح أو ثلثه، ولم يزد على هذا، فالمضاربة جائزة قياساً واستحساناً، وللمضارب ما شرط، وما بقي، فلرب المال والأصل في جنس هذه المسائل أن رب المال إنما يستحق الربح، لأنه نماء ماله، لا بالشرط، فلا يفتقر استحقاقه إلى الشرط، بدليل أنه إذا فسد الشرط، كان جمع الربح له، والمضارب لا يستحق إلا بالشرط، لأنه إنما يستحق بمقابلة عمله، والعمل لا

يتقوم إلا بالعقد" (البدائع فصل وأما رکن العقد ۶/ ۸۰) (اور اگر کوئی کہے کہ یہ ہزار لو، اس شرط کے ساتھ کہ تجھے آدھا نفع یا تہائی نفع ملے گا، اور اس پر اضافہ نہیں کیا، تو مضاربت قیاس اور استحسان دونوں اعتبار سے جائز ہے، اور مضاربت کرنے والے کو وہی ملے گا جو مشروط ہے، اور باقی نفع سرمایہ کے مالک کو ملے گا، اور اس طرح کے مسائل میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ سرمایہ کا مالک نفع کا حقدار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس کے مال کی بڑھوتری ہے، شرط کی بنا پر حقدار نہیں ہوتا، تو اس کا حقدار ہونا شرط لگانے کا محتاج نہ ہوگا، اس دلیل سے کہ اگر شرط فاسد ہو جائے، تو سارا نفع اسی کا ہوگا اور مضاربت کرنے والا شرط کی وجہ سے حقدار ہوتا ہے، کیونکہ وہ تو صرف اپنے کام کے مقابلہ میں حقدار ہوتا ہے، اور عمل عقد کے ذریعہ ہی قیمت والا ہوتا ہے)۔

"تحفۃ" میں ہے: "فيكون الربح لرب المال بسبب ماله، لأنه نماء ماله، وللمضارب باعتبار عمله، الذي هو سبب وجود الربح" (تحفۃ الفقہاء کتاب المضاربۃ ۳/ ۱۹) (سو نفع سرمایہ کے مالک کا ہوگا اس کے مال کی وجہ سے، اس لئے کہ وہ اس کے مال کی بڑھوتری ہے، اور مضارب کا ہوگا اس کے عمل کے اعتبار سے جو نفع کے وجود کا سبب ہے)۔

۱- ان فقہی عبارات سے واضح ہوا کہ اگر لڑکے نے والد کو سرمایہ کا مالک نہیں بنایا اور نہ ہی والد نے اپنے کام کی حیثیت طے کی، تو یہ والد کی طرف سے لڑکے کے حق میں تبرع ہوگا، اور سارا سرمایہ اس لڑکے کا ہوگا جس نے کاروبار اپنے سرمایہ سے شروع کیا ہے۔

۲- اسی طرح تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو، تو بھی سارا سرمایہ اسی لڑکے کا ہوگا، جس نے کاروبار شروع کیا ہے، کیونکہ اصل یہی ہے کہ جس کا مال اور سرمایہ ہے، کاروبار کی ملکیت اسی کی ہے۔

۴- حبان بن ابی جبلہ جو ثقہ تابعی ہیں ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين" (سنن دار قطنی ۴/ ۲۳۵، حدیث نمبر ۱۱۲، وسنن بیہقی ۱۰/ ۳۱۹، حدیث نمبر ۲۱۴۰۷، اور یہ حدیث مرسل ہے، اور اس میں عبد الرحمن

ابن یحی صدفی ہیں جو معاویہ بن یحی کے بھائی ہیں، امام احمد نے ان کی تضعیف کی ہے)، (ہر ایک آدمی اپنے مال کا اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے)، ایک روایت میں ہے: "كل أحد أحق بكسبه من والده وولده والناس أجمعين" (اس کی روایت سعید بن منصور نے اپنی سنن میں کی ہے جیسا کہ "مغنی" ٦/٣٢١، میں ہے) (ہر ایک اپنی کمائی کا اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه" (سنن دار قطنی کتاب البیوع ٣/٢٦، حدیث نمبر ٩١) (کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی خوشدلی کے بغیر حلال نہیں ہے)۔

عمرو یثربی کہتے ہیں کہ میں منی میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں حاضر تھا کہ آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "لا يحل لامرئ من مال أخيه شئي إلا ما طابت به نفسه" (سنن دار قطنی، کتاب البیوع، ٣/٢٥، حدیث نمبر ٨٩، ٩٠، ومسند احمد، حدیث نمبر ١٥٥٢٧، و ٢١١٢٠، شعیب ارنؤوط کا کہنا ہے کہ عمارہ بن حارثہ ضمری سے روایت صرف عبدالرحمن بن ابی سعید خدری نے کی ہے، اور ان کی توثیق ابن حبان کے علاوہ سے منقول نہیں، اور اس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں) (کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کے مال سے کچھ حلال نہیں مگر جو وہ خوشی سے دے دے)۔

زیلعی تحریر کرتے ہیں: "وإسناده جيد، وأخرج نحوه عن أنس باسنادين: في الأول مجاهيل، وفي الثاني علي بن زيد بن جدعان" (نصب الرایۃ، کتاب الغصب، ٤/١٦٩، ط: مؤسسۃ الریان، بیروت، الطبعۃ الأولی ١٤١٨ھ-١٩٩٧م) (اس کی سند عمدہ ہے، اور اسی کی مانند حضرت انس بن مالک سے دو سندوں سے روایت کی گئی ہے، پہلی سند میں مجہول رواۃ ہیں، اور دوسری سند میں علی بن زید بن جدعان ہیں جو کہ ضعیف ہیں)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه" (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم

المسلم، حدیث نمبر ۲۵۶۴، والجمع بین الصحیحین للحمیدی ۳/ ۱۷۲، حدیث نمبر ۲۴۸۴، ط: دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۳ھ- ۲۰۰۲ء)۔

(ہر ایک مسلمان کا مال، جان اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے)، حضرت ابوبکرہ، رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**فإن دماءکم وأموالکم وأعراضکم بینکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا، فی بلدکم هذا**" (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب نمبر ۹، حدیث نمبر ۶۷) (چنانچہ تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری عزت باہم حرام ہے، جیسے تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس ماہ اور تمہارے اس شہر میں ہے)، ان تمام احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی کمائی کا زیادہ حقدار ہے، اور وہ اس کی ملکیت ہے، لہٰذا اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے، جبکہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں بھی دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک نہیں سمجھی جائے گی، بلکہ وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی، اس لئے والد کا ہاتھ بٹانے والے بھائی کو چاہیے کہ وہ بھی والد سے اپنی ماہانہ اجرت یا نفع کا ایک حصہ طے کرالے، یا کچھ سرمایہ لگا کر والد کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرلے اور نفع کی شرح اپنے لئے طے کرالے۔

۵- ''تنویر الأبصار'' میں ہے: "**وتنفسخ بلا حاجة إلی الفسخ بموت أحد عاقدین عندنا**" (التنویر مع الدر ۹/ ۱۱۴- ۱۱۵)۔

(ہمارے نزدیک عاقدین میں سے کسی کی موت سے اجارہ فسخ کیے جانے کی حاجت کے بغیر فسخ ہوجاتا ہے)۔

''ہدایہ'' میں ہے: "**وإذا مات أحد المتعاقدین، وقد عقد الإجارة لنفسه، انفسخت، لأنه لو بقی العقد، تصیر المنفعة المملوکة به، أو الأجرة المملوکة لغیر العاقد، مستحقة بالعقد، لأنه ینتقل بالموت إلی الوارث، وذلک لا یجوز،**

وإن عقدها لغيره لم تنفسخ مثل الوكيل والوصي والمتولي في الوقف، لانعدام ما أشرنا إليه من المعنى" (الہدایہ ۳؍۲۴۷) (اور اگر عاقدین میں سے کوئی مرجائے؛ اور اس نے اپنے لئے اجارہ کیا تھا، تو اجارہ فسخ ہو جائے گا، اس لئے کہ اگر عقد باقی رہے، تو اس کی وجہ سے مملوکہ منفعت یا مملوکہ اجرت غیر عاقد کے لئے عقد کی وجہ سے لازم ہو جائے گی، کیونکہ وہ موت کی وجہ سے وارث کی طرف منتقل ہو جائے گی، اور یہ جائز نہیں ہے، اور اگر دوسرے کے لئے عقد کرے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا، جیسے وکیل، وصی اور متولی وقف عقد اجارہ کرے، اس لئے کہ وہ علت نہیں پائی جارہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے)۔

اور "تکملۃ فتح القدیر" میں ہے: "عقد کی وجہ سے استحقاق اس منفعت کا ہے جو اجارہ پر دینے والے کی ملکیت میں پیدا ہوتی ہے اور ملکیت اس کی موت سے فوت ہو چکی ہے، لہٰذا اجارہ باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ معقود علیہ فوت ہو چکا ہے، کیونکہ گھر کی ملکیت وارث کی طرف منتقل ہو جائے گی، اور منفعت مالک رقبہ کی ملکیت میں پیدا ہوگی، اس وجہ سے کہ اجارہ میں معقود علیہ کے حق میں تجدد اور نیا پن ہوتا رہتا ہے، پیدا ہونے والی منفعت کے لحاظ سے اور اسے دوسرے کی ملکیت میں عقد کو لازم کرنے کا اختیار نہیں ہے" (تکملۃ فتح القدیر ۸؍۸۴)۔

اور اسی میں ہے: "اور دوسرا طریقہ اجرت پر لینے والے کی موت کے سلسلہ میں ہے کہ اگر اس کی موت کے بعد عقد باقی رہے، تو اس بنا پر باقی رہے گا کہ وارث اس کا قائم مقام بنے، اور خالص منفعت میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ عاریت پر لینے والا اگر مرجائے، تو منفعت میں اس کا وارث اس کا قائم مقام نہ ہوگا، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ عاریت پر لینے والا منفعت کا مالک ہوتا ہے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وراثت قائم مقامی ہے، اور اس کا تصور صرف ایسی چیزوں میں ہو سکتا ہے جو دو وقت تک باقی رہے، تاکہ پہلے وقت میں مورث کی ملکیت رہے اور دوسرے وقت میں اس ملکیت میں وارث اس کا قائم مقام ہو، اور اجرت پر لینے والے کی زندگی میں جو منفعت وجود میں آتی ہے، وہ باقی نہیں رہتی ہے، کہ اس میں

وراثت جاری ہو، اور جو منفعت بعد میں وجود میں آتی ہے، وہ مورث کی ملکیت میں نہیں ہوتی ہے کہ اس میں وارث اس کا قائم مقام ہو، چنانچہ ملکیت وجود منفعت سے پہلے نہیں ہوسکتی ہے، اور جب وراثت کی نفی ثابت ہوگئی، تو عقد کا باطل ہونا متعین ہوگیا'' (حوالہ سابق ۸/ ۸۴-۸۵)۔

اور ''ہندیہ'' میں ہے: "والإرث في اللغة البقاء، وفي الشرع انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة" (الہندیہ ۶/ ۴۴۷)۔

(اور ''ارث'' لغت میں بقاء کو کہتے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں وراثت قائم مقامی کے طور پر دوسرے کا مال دوسرے کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے)، ''تحفہ'' میں ہے: "فيكون الربح لرب المال بسبب ماله لأنه نماء ماله" (التحفہ ۳/ ۱۹) (چنانچہ نفع مال کے مالک کا اس کے مال کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ وہ اس کے مال کی بڑھوتری ہے)، ان فقہی عبارات سے واضح ہوا کہ مرنے کے بعد کوئی چیز کسی کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی ہے، اور اصل یہ ہے کہ جس کا سرمایہ ہے ملکیت اسی کی ہے، لہٰذا:

۱- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ جو کہ مملوکہ ہے، موجود ہے اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے والد کی اجازت سے دوبارہ کاروبار کو شروع کیا، تو یہ کاروبار اسی کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہیں ہوگی، دلائل پیچھے گذر چکے ہیں۔

۲- اور اگر والد کا انتقال ہوگیا ہے اور ورثہ کی اجازت سے کسی نے اس جگہ کاروبار شروع کیا، تو بھی کاروبار اسی کی ملکیت ہوگی۔

۳- اگر والد کا کاروبار ختم ہوگیا، اور کاروبار کی جگہ جو کہ کرایہ پر حاصل کی گئی ہے، موجود ہے، اور والد کی اجازت سے کسی لڑکے نے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اسی لڑکے کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہیں ہوگی۔

۴- اگر والد کی وفات کی وجہ سے اجارہ ختم ہوگیا، اور نئے سرے سے کسی لڑکے نے اجارہ قائم کر کے اپنے سرمایہ سے کاروبار دوبارہ شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اسی لڑکے کی ملکیت ہے۔

خلاصہ بحث

۱- معاملہ خواہ والد کے ساتھ ہو، یا اولاد کے ساتھ یا بھائی کے ساتھ یا اجنبی کے ساتھ واضح اور متعین ہونا چاہئے۔

۲- اگر حیثیت کا تعین کئے بغیر کسی نے والد کا ہاتھ بٹایا تو یہ تبرع سمجھا جائے گا، جس میں تبرع کرنے والے کا قصد آخرت کا ثواب ہوتا ہے۔

۳- اگر والد کو محسوس ہو کہ لڑکا تعاون کے بدلہ عوض کا خواہش مند ہے تو اس کی ماہانہ اجرت مقرر کر دے، یا نفع کا ایک حصہ اسے دے دے۔

۴- اگر لڑکوں نے اپنی حیثیت طے نہیں کی، اور نہ ہی والد نے اس کی حیثیت طے کر کے اسے کچھ دیا، تو والد کا فرض بنتا ہے کہ مرنے سے پہلے ایسے لڑکوں کے نام جائداد یا کاروبار کا کوئی حصہ کر دے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی والد کے ساتھ لگا دی، اور ان کے بال بچوں کی تعلیم اور شادی والد کے مال سے نہیں ہوئی، کہ یہی عدل کا تقاضا ہے۔

۵- اگر والد نے قربانی دینے والے لڑکے کی رعایت نہیں کی، تو کیا بغیر سرمایہ کے والد کے کام میں شریک ہونے والوں کے کام کو اجارۂ فاسدہ پر محمول کر کے اجرت مثل کو دفع ضرر کے لئے لازم کیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں اکیڈمی اجتماعی غور و خوض کر سکتی ہے۔

۶- اصل یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی رقم باپ یا بھائی کو حیثیت کا تعین کیے بغیر دے، یا اپنا سرمایہ لگا کر کاروبار کو ترقی دے، تو یہ سب تبرع سمجھا جائے گا۔

۷- والد کا فرض بنتا ہے کہ اپنے سرمایہ سے کاروبار کو ترقی دینے والے لڑکے کے نام سے مرنے سے پہلے کوئی جائداد یا کاروبار کا کوئی حصہ کر دے کہ یہی عدل کا تقاضا ہے، جب کہ اس کے مال سے تعاون دینے والے کے بچے کی تعلیم اور شادی کا نظم نہ ہوا ہو۔

۸- اگر سرمایہ فراہم کر کے کاروبار کو ترقی دینے والی اولاد کی رعایت والد نے زندگی میں نہ کی، تو کیا اسے شرکت فاسدہ مانتے ہوئے مال کے بقدر نفع کی شرح، ازالۂ ضرر کے لئے

طے کی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں اکیڈمی اجتماعی غور وفکر کر سکتی ہے۔

۹-اصل یہ ہے کہ جس کا سرمایہ ہے، کاروبار کی ملکیت اسی کی ہے، مگر یہ کہ وہ اپنا سرمایہ کسی کو ہبہ کر کے اس کا مالک اسے بنادے، چنانچہ ایسی صورت میں اگر والد یا بھائی نے اپنی حیثیت کا تعین نہیں کیا، تو یہ ان کی جانب سے تبرع ہوگا۔

۱۰-شریعت میں اصل یہ ہے کہ ہر ایک کی کمائی تنہا اس کی ملکیت ہے، خواہ سب کا کھانا پینا ساتھ ہو۔

۱۱-چونکہ جس کا سرمایہ ہے، کاروبار کی ملکیت اسی کی ہے، دیگر حضرات جنہوں نے اپنی حیثیت کا تعین نہ کیا ہو، وہ تبرع کرنے والے ہیں، لہٰذا اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ والد کی اجازت سے کاروبار شروع کیا ہو، تو کاروبار اسی شروع کرنے والے لڑکے کی ملکیت ہوگی۔

۱۲-اگر والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہو اور ورثہ کی اجازت سے کسی لڑکے نے کاروبار کی مملوکہ جگہ میں اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، تو یہ تنہا اس کی ملکیت ہے۔

۱۳-اگر والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہو اور کاروبار کی جگہ کرایہ کی ہو، تو اجارہ فسخ ہوجائے گا، اب اگر کوئی لڑکا نئے سرے سے اجارہ کا عقد کر کے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کرتا ہے تو یہ تنہا اس کی ملکیت ہوگی۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا محی الدین بڑودوی ☆

۱- اگر والد کے سرمایہ سے کاروبار شروع ہوا اور بچے بھی کام میں شریک رہے تو والد کے مرنے کے بعد یہ سب کاروبار میں شرکاء کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ شرکت ملک ہوگی۔

"الشركة نوعان، شركة ملک، وهي أن يتملک رجلان شيأ من غير عقد الشركة بينهما كذا في التهذيب، وشركة عقد، وهي أن يقول أحدهما شاركتک في كذا ويقول لآخر قبلت هكذا في كنز الدقائق"۔

(شرکت کی دو قسمیں ہیں: ایک شرکت ملک: دو آدمی عقد شرکت کے بغیر کسی شی کے مالک بن جائیں، تہذیب میں اسی طرح ہے۔

اور شرکت عقد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کہے کہ میں تجھے اس شی میں شریک کرتا ہوں، دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا، کنز الدقائق میں اسی طرح ہے)۔

"وشركة الملک نوعان، شركة جبر واختيار، فشركة جبر أن يختلط المالان لرجلين بغير اختيار المالكين خلطا لا يمكن التمييز بينهما حقيقة بأن كان الجنس واحدا أو يمكن التمييز يضرب كلفة ومشقة نحو أن تختلط الحنطة والشعير أو يرثا مالا"۔

"وركنها اجتماع النصيبين، وحكمها وقوع الزيادة على الشركة

☆ جامعہ شمس العلوم، بڑودہ، گجرات۔

بقدر الملک ولا یجوز لأحدھما أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بأمرہ وکل واحد منھما کالأجنبی فی نصیب صاحبہ ویجوز بیع أحدھما نصیبہ من شریکہ فی جمیع الصور ومن غیر شریکہ بغیر إذنہ إلا فی صورۃ الخلط والاختلاط، کذا فی الکافی" (فتاوی ہندیہ ۲/۳۰۱، زکریا دیوبند)۔

(شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں: شرکت جبر اور شرکت اختیار، شرکت جبریہ ہے کہ دو آدمی کے دو مال مالکوں کے اختیار کے بغیر اس طرح مل گئے کہ دونوں مالوں کو جدا کرنا واقعی ناممکن ہو، جیسے دونوں مال ایک ہی جنس کے ہوں یا محنت ومشقت سے جدا کرنا ممکن ہو جیسے جو اور گیہوں مخلوط ہو جائیں یا دو آدمی کسی مال کے وارث ہو جائیں۔

اور اس شرکت کا رکن دونوں حصوں کا اکٹھا ہو جانا ہے اور اس کا حکم: ملک کے بقدر شرکت میں زیادتی ہے، اور ان میں سے کسی کے لئے کسی دوسرے کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں ہے، اور ہر شخص دوسرے کے حصہ میں اجنبی کی طرح ہے اور ان میں کوئی اپنا حصہ اپنے شریک کو فروخت کرسکتا ہے، تمام صورتوں میں، اور غیر شریک کو بھی فروخت کرسکتا ہے، شریک کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، مگر خلط واختلاط کی صورت میں غیر شریک کو فروخت کرنا ہو تو اپنے شریک کی اجازت ضروری ہے، کافی میں اسی طرح ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سب شریک رہیں گے، سب شرکاء اپنے حصہ کے بقدر برابر کے شریک رہیں گے، اگرچہ کسی کا کام زیادہ ہو یا کوئی زیادہ تجربہ کار ہو، اور رائے صواب رکھتا ہو۔

"یقع کثیرا فی الفلاحین ونحوھم أن أحدھم یموت فتقوم أولادہ علی ترکتہ بلاقسمۃ بینھم ویعملون فیھا من حرث وزراعۃ وبیع وشراء واستدانۃ ونحو ذلک وتارۃ کبیرھم ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بأمرہ، وکل ذلک علی وجہ الإطلاق والتفویض لکن بلا تصریح لفظ المفاوضۃ، ولا بیان جمیع مقتضیاتھا مع کون الترکۃ أغلبھا أو کلھا عروض لاتصح فیھا

شركة عقد، ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة خلافاً لما افتى به في زماننا من لا خيرة له بل هي شركة ملك كما حررته في تنقيح الحامدية، ثم رأيت التصريح به بعينه في فتاوى الحانوتي، فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ماحصله كل واحدمنهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأى كثرة وصوابا كما أفتي به في الخيرية" (ردالمختار ۶/۴۷۸ زکریا دیوبند)۔

(کثیر الوقوع بات ہے کہ کسان وغیرہ میں سے کسی کی وفات ہو جاتی ہے پھر اس کی اولاد بلا تقسیم ترکہ پر قائم رہتی ہے اور زمین میں محنت، زراعت، خرید وفروخت، قرض کا لین دین مطلقا ہوتا رہتا ہے اور لفظ مفاوضہ کے بغیر تفویض ہوتی ہے، مفاوضات کے مقتضیات کا کوئی بیان نہیں ہوتا، حالانکہ ترکہ زیادہ تر پورا عروض کی شکل میں ہوتا ہے، جس میں شرکت عقد صحیح نہیں ہوتی تو اس میں شک نہیں کہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں ہے، اس فتوی کے خلاف جن کو تجربہ نہیں ہے جنہوں نے شرکت مفاوضہ کا فتوی دیا ہے۔

بلکہ یہ شرکت ملک ہے، جیسا کہ میں نے فتاوی تنقیح الحامدیہ میں لکھا ہوا ہے، پھر بعینہ فتاوی حانوتی میں تصریح دیکھ لی، پس جبکہ سب کا کام ایک ہے اور ہر ایک کے کام سے اس کے حصہ میں کیا آتا ہے اسی کی تمیز مشکل ہے تو کچھ جمع کیا ہے وہ ان کے درمیان برابری کی حیثیت سے مشترک رہے گا، اگر چہ کام میں مشورہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہو، جیسے فتاوی خیریہ میں اسی پر فتوی دیا ہے)(ردالمختار ۶/۴۷۸)۔

اس صورت میں بڑے لڑکے زیادہ محنت کرنے والے باپ کی زندگی میں اس کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتے ہوں یا اپنے لئے زیادہ کا مطالبہ کرسکتے ہیں تو باپ کے ساتھ معاملہ طے کرلے۔

۲- اگر بچوں نے اپنا سرمایہ والد کی اجازت سے لگایا ہو تو یہ شرکت عقد ہے اتنے

سرمایہ کے حساب سے وہ اپنے نفع کے حقدار ہو سکتے ہیں لیکن نقصان کی صورت میں وہ نقصان ان کے سرمایہ پر بھی پڑے گا۔

۳- لڑکے نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا ہے تو وہ اس کا ہے، تبرکاً باپ کو بٹھانے یا قانونی کارروائی سے بچنے کے لئے برائے نام باپ کا نام رکھا ہو تو باپ شریک نہیں ہے اور اس کی وساطت سے دوسری اولاد بھی شریک نہ ہوگی۔

۴- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں ہاتھ بٹایا، دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے تو باپ کی زندگی میں ہی معاملہ طے ہو جانا چاہیئے، اگر دوسرے ذرائع اختیار کرنے والے بھائی باپ کے ساتھ کھاتے پیتے رہے، سرمایہ اگر باپ کا ہے تو اسی وقت طے کر لینا چاہیئے کہ دوسرے بھائیوں کی کمائی کاروبار میں لگے گی یا نہیں؟ اگر ان کی کمائی باپ کے کاروبار میں لگتی ہے تو باپ کے ساتھ معاملہ طے کرلیں، اگر صرف کھانا پینا ساتھ ہو کھانے پینے کا حساب دے دیں، جن بھائیوں نے جدا محنت کر کے اپنے بل بوتے پر کمایا ہے ان کی کمائی میں دوسرے بھائیوں کا حصہ نہیں ہے۔

اگر باپ کی زندگی میں ساتھ کھاتے پیتے رہے کوئی معاملہ طے نہ پایا تو باپ کے مال میں دوسرے بھائی بطور وراثت کے شریک رہیں گے، اس صورت میں صرف کھانے پینے میں شرکت رہی تو اپنی یہ شرکت باپ کے مال میں باپ کی رضامندی سے رہی ہے باپ کے بعد متروکہ مال سب ورثاء کا ہے۔

لیکن ایسی صورت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بھائی باپ کے ساتھ ہے اور بڑا ہے تو اس کے بچے پلتے اور بڑے ہوتے ہیں، کبھی ان کی شادیوں اور دواؤں نیز تعلیم پر بھاری خرچ باپ کی کمائی میں سے ہی ہوتا ہے اور جدا کمانے والے بھائیوں پر ان کی کمائی میں بیوی بچوں کے جملہ اخراجات آتے ہیں، اس طرح باپ کے ساتھ رہنے والا بھائی بڑے فائدہ میں رہتا ہے، اس لئے باپ کی زندگی ہی میں یہ معاملات طے ہو جانے چاہئیں۔

۵- باپ کی زندگی ہی میں باپ کا کاروبار ختم ہوگیا، باپ کی مملوکہ جگہ یا کرایہ کی جگہ میں اولاد میں سے کسی نے کاروبار شروع کیا تو جگہ مملوک ہونے کی صورت میں اگر دوسرے بھائیوں کی اجازت سے شروع کیا ہو تو اگر اسی وقت کوئی معاملہ طے پا گیا تھا تو اسی کے مطابق عمل ہوگا، اگر کوئی معاملہ طے نہ پایا تھا تو مملوکہ جگہ میں دوسرے ورثاء اپنے حصہ کی نسبت سے شریک ہیں، قابل تقسیم ہو تو جگہ تقسیم کی جائے گی، قابل تقسیم نہ ہو تو دوسرے ورثاء کے حصہ کی قیمت کاروبار کرنے والا چکائے گا، یا اجرت معروفہ دے گا، باپ کی زندگی میں کاروبار شروع کیا ہو تو باپ کے ساتھ معاملہ طے کرنا ہوگا۔

اگر باپ کی کرایہ کی جگہ تھی تو باپ کی وفات سے عقد اجارہ جو باپ کے ساتھ تھا ختم ہوگیا، اس لئے اب جو کاروبار کرنے والے کا ہوگا، کرایہ کی جگہ میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، نئے عقد اجارہ کے ماتحت جو بھی کاروبار کرے گا، کاروبار میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوگا۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت کے مسائل

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی ☆

شرکت کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ و اجماع امت سے ہے، آیت ربانی: **فهم شركاء في الثلث، وإن كثيرا من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض وقال رسول الله ﷺ، أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه فإذا خانه خرجت من بينهما** (رواہ ابوداؤد)، شرکت کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہے، **وأجمع المسلمون على جواز الشركة في الجملة** (کشاف القناع لمنصور ابن یونس بہوتی ۳/ ۴۸۵ مطبع الحکومۃ بمکۃ، المغنی مع الشرح الکبیر ۵/ ۱۰۹، مکتبۃ المؤید بالطائف ومکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ وفی ہامش الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۳ مطبوعہ دار الفکر)۔

۱- اگر لڑکا باپ کی عیال میں ہو اور والد کے کاروبار میں عملاً لڑکے کی شرکت والد کی رضامندی سے ہو رہی ہے اور لڑکے نے کسی طرح کی کوئی شرط اجرت کے متعلق نہیں لگائی ہے تو لڑکوں کا یہ عمل تبرعاً ہوگا اور وہ معاون و مددگار ہوں گے، **الأب وابنه يكتسبان صنعة واحدة ولم يكن لهما شئي فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له** (رد المحتار علی الدرر ۶/ ۵۰۲، کفایت المغنی ۸/ ۲۷۸)، لیکن اگر لڑکے باپ کی عیال میں نہ ہوں تو ان کے عمل کی اجرت شرط کے مطابق ملنی چاہئے، **أن يشترك بدنان بمال أحدهما وهو أن يكون المال من أحدهما والعمل منهما مثل أن يخرج أحدهما ألفا ويعملان فيه**

☆ شیخ الحدیث دار العلوم مئو۔

معا والربح بينهما فهذا جائز ونص عليه أحمد فى رواية أبى الحارث وتكون مضاربة لأن غير صاحب المال يستحق الشروط من الربح بعمله في مال غيره وهذا هو حقيقة المضاربة (المغنی مع الشرح الکبیر ۵/ ۱۳۷-۱۳۸)، اگر دو شخص محنت کریں اور رأس المال صرف ایک کا ہو مثلاً ان پر سے ایک نے ایک ہزار روپے کاروبار میں لگائے اور دونوں شخص مل کر محنت کریں اور نفع باہم تقسیم ہو تو یہ جائز ہے امام احمد بن حنبلؒ نے ابوالحارث کی روایت سے اس کے جواز کا قول فرمایا ہے، مسئلہ مجوزہ سے متعلق حضرت مفتی اعظم کی تحریر ملاحظہ ہو: ''بالغ اور نابالغ بچے جب کہ باپ کے کاروبار میں باپ کے ساتھ شریک رہیں یعنی کام کاج کرتے رہیں لیکن ان کی محنت کا کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا اور نہ کبھی انہوں نے اس کا مطالبہ کیا ہو تو تمام آمدنی باپ کی ملک تصور ہوتی ہے اور اولاد اس کی معین و متبرع قرار دی جاتی ہے (کفایۃ المفتی ۸/ ۲۷۹-۲۸۰)، نیز مفتی صاحبؒ جلد مذکور کے ص ۲۸۱ پر ایک سوال کے جواب پر رقمطراز ہیں: ''ہاں والد کی زندگی میں پریس میں کتابت کا کام کیا اور آپ نے والد کے لئے کیا یا منیجری کا کام کیا اس کا معاوضہ آپ والد کے ترکہ میں سے طلب نہیں کر سکتے، وہ سب کا والد کی اعانت اور تبرع قرار پائے گا۔

۲- یہ شرکت عنان کے قبیل سے ہے جس پر کئی شرطوں کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس پر سرمایہ کا برابر و مساوی ہونا مشروط نہیں، سرمایہ کے عدم مساوات کے باوجود نفع میں اگر مساوات کی شرط ہے تو فقہاء عراق نے اسے جائز قرار دیا ہے، امام مالک و امام شافعی کے یہاں عدم جواز ہے، وهي جائزة بالإجماع كما ذكر ابن المنذر (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۳/ ۷۰)، دکتور وھبہ الزحیلی الفقہ الاسلامی کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: ''من شركة العنان هذا متفق عليه بين الحنفية والشافعية والزيدية والظاهرية والحنابلة في احد قولين عندهم الخ'' (حاشیہ الفقہ الاسلامی ۴/ ۷۹۶)، اگر باپ کے برابر سرمایہ ہے تو برابر نفع ملے گا اور بچوں کو ان کے سرمایہ کے بقدر، لیکن اگر سرمایہ کم لگانے کے باوجود برابر نفع کے طالب ہیں تو

فقہاء عراق نے اس کی اجازت دی ہے، امام مالک وامام شافعی کے یہاں عدم جواز ہے، علامہ ابن رشد تحریر فرماتے ہیں: فإنهم اتفقوا على أنه إذا كان الربح تابعا لرؤوس الأموال أعني إن كان أصل مال الشركة متساويين كان الربح بينهما نصفين واختلفوا هل يجوز أن يختلف رؤوس أموالها ويتساويان في الربح فقال مالك والشافعي: لا يجوز وقال: أهل العراق يجوز ذلك (بدایۃ المجتہد ۲/۲۷۵ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ)، علامہ ابن نجیم نے نفع کی مساوات کی تقلیل سرمایہ کی صورت میں صراحت ان الفاظ میں کی ہے، وقد يكون أحدهما أحزق وأهدى أو أكثر عملا فلا يرضى بالمساواة فمست الحاجة إلى التفاضل (بحر الرائق ۵/۱۷۴، ایچ، ایم سعید کراچی پاکستان)، ولنا قوله عليه السلام الربح على ما شرطا (الحدیث)۔

فأما شركة العنان فهي أن يشترك اثنان فأكثر بمالين على أن يعملا معاً في تنميتها والربح بينهما على ما اشترطا (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳/۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)، ولا تتضمن الكفالة بهذن المفاوضة ولا تشترط المساواة في رأس المال في هذه الشركة عندنا ولا اتفاق الجنس في رأس المال ولا خلط المالين (فتاوی قاضی خان علی الہندیہ ۳/۶۱۳)، یہ معاملہ نہ تو کفالۃ کو متضمن ہوتا ہے اور نہ ہی دونوں کے رأس المال کی برابری اور نہ جنس پر دونوں کی موافقت اور نہ دونوں کے مال کا گڈمڈ ہو جانا کفالت اس میں معتبر نہیں، ہاں اگر کفالت کے ساتھ معاملہ کر لیا جائے تو یہ معاملہ باطل نہ ہوگا، لأن العنان معتبر فيها عدم الكفالة ويمكن أن يقال لا تبطل لأن المعتبر فيها عدم اعتبار الكفالة لا اعتبار عدمها فتصح عنانا ثم كفالة كل الآخر زياده على نفس الشركة (شرح فتح القدیر ۵/۲۰ مطبوعہ دار عام الکتب المملکۃ العربیۃ السعودیہ)، بہر حال والد کی اجازت سے کاروبار میں شامل کیا جانے والا اثاثہ مشترک طور پر رہتے ہوئے الگ سے کمایا ہوا نہ ہو تو والد کا ہوگا، ورنہ بچوں کا اور شرکت درست ہوگی۔

۳-اگر والد نے بیٹھنے سے قبل لڑکے سے کسی طرح کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے تو یہ والد کی رضامندی کی دلیل ہوگی اور یہ بیٹھنا تبرعا ہوگا، بعینہ یہی حکم والد کے نام پر دوکان کے نام رکھنے کا بھی ہونا چاہئے، ولو أن رجلا أجلس في دكانه رجلا يطرح عليه العمل بالنصف فالقياس أن لا تجوز هذه الشركة لأنها شركة العروض لأن من أحدهما العمل ومن الآخر الحانوت والحانوت من العروض وشركة العروض من غير جائزة وفي الاستحسان جائزة لأن هذه شركة الأعمال ولأنها شركة التقبل وتقبل العمل من صاحب الحانوت عمل، وشركة الأعمال جائزة بلاخلاف بين أصحابنا لأن مبناها الوكالة والوكالة على هذا الوجه جائزة (بدائع الصنائع ۸۵/۵ مکتبہ زکریا دیوبند)، عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر دوکان پر بیٹھنے کے لئے نفع پر نصف نصف کا معاملہ کرلیا تو استحسانا جائز ہے۔

۴-اگر قبل التقسیم کچھ بھائیوں نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور کچھ نے دوسرے ذرائع معاش اختیار کئے اور سبھوں کا رہنا سہنا یکجا تھا تو دوسرے بھائی جنہوں نے دوسرے ذرائع اختیار کئے کما کر جو رقم باپ کو دے دیں گے وہ مشترک سمجھی جائے گی، فتاوی رحیمیہ میں موجود ہے ''باپ بیٹے ایک ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی ماہانہ تنخواہ اپنے والد کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس صورت میں جمع شدہ رقم سے جو مکان زمین وغیرہ خریدی گئی وہ سب باپ کی شمار ہوگی (۱۸۵/۹)۔

۵-اگر اپنا سرمایہ لگا کر (جو مشترک طور پر رہتے ہوئے الگ سے کمایا ہوا سرمایہ نہیں ہے) کاروبار شروع کیا گیا تو یہ تجارت اس لڑکے کی ہوگی فرم کا استعمال والد کی اجازت سے جائز ہوگا اور اگر والد اس پر کچھ عوض لینا چاہیں تو اس پر بھی جواز کی گنجائش نکلنی چاہئے اور یہ عوض تنازل کے طور پر ہوگا، مولانا تقی عثمانی، ڈاکٹر قرضاوی اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی تحریروں سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ''اور کارخانہ کا نام بھی مشابہ وظائف کے ہے

کہ ثابت علی وجه الاصالة ہے، نہ کہ دفع ضرر کے لئے اور دونوں بالفعل امور اضافیہ سے ہیں اور مستقبل میں دونوں ذریعہ ہیں تحصیل مال کے، پس اس بنا پر اس کے عوض دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، گو لینے والے کے لئے خلاف تقوی ہے، مگر ضرورۃ اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (حوادث الفتاوی ۴؍۱۷)۔

چونکہ فرم، ٹریڈ مارک وغیرہ عرف عام میں رجسٹریشن کے بعد یا بغیر رجسٹریشن ایک طرح کی ملکیت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کی بیع بھی جائز ہونی چاہئے، حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں: حقوق عرفیہ کی بیع کے مسئلہ پر گنجائش ملنی چاہئے...... فقہاء امت نے اپنے دور کے حالات اور عرف عام کا بڑا لحاظ رکھا ہے اور انہوں نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے ہمیں بھی اپنے دور کے عرف و عادت سے صرف نظر کرنا درست نہ ہوگا (مجلہ فقہ اسلامی سمینار ۳؍۲۸۱)۔

بہر حال تعامل اور عرف و عادت کی حجیت پر اصول فقہ پر کافی سرمایہ موجود ہے، ذیل میں صرف ایک تحریر پیش ہے: **وقد قرر العلماء أن الفتوى تقدر زمانا ومكانا وشخصا واعتبار المآلات، الذى نحن فيه يحتاج إلى كل هذا يحتاج إلى معرفة أحوال الزمان والمكان والأشخاص** (نظریہ المقاصد للشاطبی از شیخ احمد الریسونی ر ۳۸۳)۔

خلاصہ

۱- اگر بدون کسی شرط لڑکوں کی شرکت ہے تو وہ معاون ہوں گے۔

۲- یہ شرکت عنان ہے اور یہ ان کے قبیل سے ہے، یہ سرمایہ اگر باپ کے ساتھ رہ کر الگ سے کمایا ہوا ہے یا الگ رہ کر کمایا ہوا ہے تو کاروبار میں اس کی شمولیت بطور پارٹنر ہوگی۔

۳- والد اگر اپنی مرضی سے بدون کسی شرط دوکان پر بیٹھ رہے ہوں تو ان کا یہ بیٹھنا تبرعا ہوگا بصورت ثانی شرکت فی العمل ہوگی جس پر استحسانا اجرت کا جواز ہے۔

۴- دوسرے ذرائع اختیار کرتے ہوئے اگر اپنی تنخواہ یا اس میں سے کچھ والد کو دے دیتے ہیں تو والد کو دی ہوئی کمائی مشترک سمجھی جائے گی۔

۵- والد کی رضامندی کے بعد اسی فرم سے شروع کیا جانے والا کاروبار لڑکے کی ملکیت میں ہوگا، بصورت دیگر والد بطور تنازل یا بطور حقوق عرفیہ معاوضہ بھی لے سکتے ہیں۔

مسائل کاروبار-والد اور اولاد کی شرکت

مولانا راشد حسین ندوی☆

آج کل کسی کی میراث کی تقسیم کے وقت اس طرح کے تنازعات کثرت سے پیش آتے ہیں کہ بعض بھائی زیادہ حصوں کے طلب گار ہوتے ہیں، ان کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے کہ والد کے کاروبار میں انہوں نے اپنا خون پسینہ بہایا ہے، جبکہ دوسرے بھائی چاہتے ہیں کہ مساویانہ تقسیم ہو، اس نزاع کو دور کرنے کے لئے پہلے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ وراثت میت کے ترکہ میں جاری ہوتی ہے، لہذا سب سے پہلے تو ترکہ کی حقیقت سمجھ لینا ضروری ہے، پھر اگر معلوم ہو کہ فلاں چیز میت کے ترکہ میں شامل ہے تو اس میں حسب ضابطہ تقسیم کیا جائے، اور جو چیزیں ترکہ میں شامل نہیں ہیں ان کو الگ کرلیا جائے۔

ترکہ کی تعریف: لغت میں ترکہ: **ترک ترکا وترکانا بالکسر: ودعه وخلفه** (چھوڑا) سے ماخوذ ہے، **تِرْكة الرجل وتَرِكة الرجل كفرحة: ميراثه:** (آدمی کی میراث) کو کہتے ہیں (القاموس المحیط المعجم الوسیط)۔

شرعی اصطلاح میں ترکہ: اس چیز کا نام ہے جس کو کوئی اپنی موت کے بعد چھوڑتا ہے، چاہے وہ چیز مال ہو یا مالی یا غیر مالی حقوق "**والتركة ما يتركه الشخص بعد موته من أموال وحقوق مالية أوغير مالية فكل ما يتركه الشخص بعد وفاته يقال له في اصطلاح جمهور الفقهاء "تركة" سواء كان على الميت دين أولم يكن،**

☆ استاذ مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی۔

وسواء كانت ديونه عينية أو شخصيته" (المواریث فی الشریعۃ الاسلامیہ للصابونی ر ۱۹)۔

اس تعریف سے واضح ہوگیا کہ باپ کی اپنی املاک ہی اس کا ترکہ ہیں، اس کے کسی بیٹے یا دوسرے کی املاک اس سے خارج ہیں، لہٰذا ہمیں صرف یہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اکیڈمی کے ارسال کردہ ان پانچ سوالوں میں جو حالات ذکر کی گئی ہیں ان میں کتنا حصہ باپ کا ترکہ ہے، اور کتنا حصہ اس سے خارج ہے:

سوال: ۱-سرمایہ لگائے بغیر باپ کی معاونت کا حکم

اگر باپ کے کاروبار میں اس کی اولاد میں سے کوئی ہاتھ بٹانے لگا، تو اولاً تو باپ بیٹے کو پہلے مرحلہ ہی میں معاملہ صاف کرلینا چاہئے کہ اس تعاون کی حیثیت کیا ہوگی؟ لیکن اگر معاملہ صاف نہیں کیا گیا اور صورت حال یہ ہے کہ بیٹا باپ کے ساتھ ہی رہتا ہے، بیٹے کے جملہ خرچ بھی باپ ہی برداشت کرتا ہے، اور اس نے اپنا ذاتی سرمایہ بھی اس میں کچھ بھی نہیں لگایا ہے، تو بیٹے کی حیثیت باپ کے معاون کی ہوگی، وہ نہ اس کا شریک اور پارٹنر ہوگا نہ ملازم یا اجیر، اس طرح کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت ہوگی، اور اس کے انتقال کے بعد معاونت کرنے والے بیٹے کو الگ سے کچھ نہیں ملے گا، دوسرے بیٹوں کے ساتھ اسے مساوی طور پر وراثت دی جائے گی، اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اس تعاون کو شرکت قرار دینا ممکن نہیں، اس لئے کہ شرکت کے ارکان یعنی ایجاب وقبول مفقود ہیں، اور رکن نہ پائے جانے پر کسی بھی چیز کا وجود تسلیم نہیں کیا جاسکتا، "وركنها الايجاب والقبول" (فتاویٰ ہندیہ ۳۰۱/۲، شامی ۳۶۸/۳ ط: مکتبہ فیض القرآن دیوبند) (شرکت کے ارکان ایجاب وقبول ہیں)۔

۲- اسی طرح اس کو عقد اجارہ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ اجارہ میں بھی ایجاب وقبول رکن ہے، "أفاد أن ركنها الإيجاب والقبول" (شامی ۵ / ۳ ط: مکتبہ فیض القرآن،

دیوبند) (معلوم ہوا کہ اجارہ کا رکن ایجاب وقبول ہے) اور ایجاب وقبول نہ لفظاً پایا جارہا ہے اور نہ معنیً۔

اسی طرح اجارہ کی شرط یہ ہے کہ اجرت اور منفعت دونوں معلوم ہوں اور یہاں اجرت مجہول ہے، اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا گیا ہے، "وشرطها: كون الأجرة والمنفعة معلوماتين" (ایضاً وہدایہ مع الفتح، ۸/۶)۔

۳- ذکر کردہ صورت حال میں قنیہ کے حوالہ سے فتاوی ہندیہ اور فتاوی شامیہ میں صراحت سے بیٹے کو معین ومددگار قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ہندیہ میں ہے: "أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الاب" وكذا في الشامي وفيه بعد نقل هذه العبارة: "وفي الخانية زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله، واختلفوا في المتاع فهو للأب، وللبنين الثياب التي عليهم، فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته إن هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم، وإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب" (ہندیہ ۲/۳۲۹، شامی کتاب الشرکۃ باب الشرکۃ الفاسدۃ ۳/ ۳۸۳ مکتبہ فیض القرآن، دیوبند)۔

(باپ بیٹے ایک ہی صنعت میں کمائی کررہے ہیں، دونوں کے پاس مال نہیں ہے تو اگر بیٹا باپ کے عیال میں ہے تو کل کمائی باپ کی ہوگی (یہ عبارت شامی میں بھی ہے، اس میں اس عبارت کے بعد یہ اضافہ بھی ہے) الخانیۃ میں ہے: اپنے پانچ بیٹوں کی اپنے گھر ہی میں شادی کی اور وہ سب اس کے عیال میں ہیں اور سامان کے بارے میں ان میں اختلاف ہوگیا تو سامان باپ کا ہوگا، اور بیٹوں کے صرف وہ کپڑے ہوں گے جو وہ پہنے ہوئے ہیں، اور اگر اس کی موت کے بعد بیٹے یا اس کی اہلیہ کہیں کہ اس مال کو ہم نے اس کی موت کے بعد حاصل کیا ہے تو ان کی بات معتبر ہوگی، اور اگر وہ یہ اقرار کریں کہ یہ سامان موت کے دن تھا تو وہ باپ کی میراث میں (شامل) ہوگا)۔

۴-عصر حاضر کے کئی مفتیان کرام کے فتاویٰ بھی اس کی تائید کرتے ہیں، مثلاً:

الف- مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''باپ بیٹے سب مل کر ایک ساتھ ایک ہی کاروبار کرتے ہوں، کھانا پینا بھی ساتھ ہو تو ساری کمائی باپ کی شمار ہوگی، باپ کی وفات کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا تو **للذکر مثل حظ الأنثیین** کے اصول پر تقسیم ہوگا، شامی میں ہے: **الأب وإبتدا منھم** (فتاویٰ رحیمیہ ۶/۶۰)۔

ب- مفتی کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''بالغ اور نابالغ بچے جب کہ باپ کے کاروبار میں باپ کے ساتھ شریک رہیں یعنی کام کاج کرتے رہیں، لیکن ان کی محنت کا کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو، نہ کبھی انہوں نے اس کا مطالبہ کیا ہو، تو تمام آمدنی باپ کی ملک متصور ہوتی ہے، اور اولاد اس کی معین ومتبرع قرار دی جاتی ہے'' (کفایت المفتی، ۸/۳۰۹)۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''اگر زید کے ان لڑکوں کی ملکیت جدا نہیں ہے، بلکہ باپ کے ساتھ سب شریک اور باپ کے مددگار ہیں تو ان میں سے کسی کی موت پر اس کی میراث ثابت نہ ہوگی، کیونکہ اس کا اپنا ترکہ کچھ نہیں ہے'' (ایضاً ۸/۳۰۸)۔

ج-مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحب ایک سوال کے جواب میں جس میں تھا کہ دو بیٹوں نے باپ کی معاونت کی، ایک نے نہیں کی، جائداد کس طرح تقسیم کی جائے گی؟ تحریر فرماتے ہیں:

''باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملک باپ کی شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کرسکتا ہے، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے تیسرے بیٹے کو بھی ترکہ میں برابر کا حصہ ملے گا: **قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ معزیا إلی القنیۃ الأب وابنہ الخ**۔

خلاصہ کلام

یہ کہ صورت مسئولہ میں لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہے، لہذا باپ کے انتقال کے وقت کل مال کو اس کا ترکہ قرار دیا جائے گا، اور تمام بیٹوں بیٹیوں کے درمیان **للذکر مثل حظ الأنثیین** کے انداز میں تقسیم کیا جائے گا، کاروبار میں تعاون کرنے والے کو الگ سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

سوال: ۲- جب باپ کے کاروبار میں کسی بیٹے نے اپنا سرمایہ لگایا ہو

اگر کوئی بیٹا باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوا، ساتھ ہی اس نے باپ کی اجازت سے اپنا کچھ سرمایہ بھی لگا دیا، تو بہتر تو یہ تھا کہ دونوں معاملہ صاف کر لیتے، اور باقاعدہ شرکت کے ارکان وشروط کا لحاظ رکھتے تاکہ معاملہ صاف رہتا، لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو یہ شرکت عقود کی کوئی شکل تو ہو نہیں سکتی، اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ اس کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول رکن ہے اور ایجاب وقبول پایا نہیں گیا، نہ لفظاً نہ معنیً، اس لئے کہ لفظاً ایجاب وقبول کی مثال دیتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں: "**کان یقول أحدھما: شارکتک فی کذا ویقبل الآخر**" (شامی ۴/۳۶۸) (مثلاً دونوں میں سے ایک کہے میں نے تم کو فلاں چیز میں شریک کیا اور دوسرا قبول کرے)۔

اور معنوی ایجاب وقبول کی مثال دیتے ہوئے صاحب "الدر المختار" فرماتے ہیں:

"**کما لو دفع له ألفاً وقال: اخرج مثلھا، واشتر والربح بیننا**" (ایضاً ص ۳۶۹)، (مثلاً ایک ہزار دے کر کہے: اتنے ہی تم بھی نکالو، خریداری کرو اور نفع ہم دونوں کے درمیان ہوگا) اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں دونوں طرح کے الفاظ نہیں پائے جاتے، البتہ یہ شرکت املاک کی شکل ہو سکتی ہے، اس لئے کہ اس کے ارکان اور احکام بتاتے ہوئے ہندیہ میں فرماتے ہیں:

(**شرکة ملک**) "**ورکنھا اجتماع النصیبین، وحکمھا وقوع الزیادة علی الشرکة بقدر الملک**" (فتاوی ہندیہ ۲/۳۰۱) (شرکت ملک کا رکن دونوں کا اکٹھا ہو جانا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ شرکت کی بنیاد پر ملک کے بقدر زیادتی (بڑھوتری) واقع ہوتی ہے)۔

ظاہر بات ہے کہ شرکت ملک کا مذکورہ رکن یہاں پایا جارہا ہے، لہٰذا اس کا حکم بھی پایا جانا چاہئے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مال کے بقدر دونوں نفع میں شریک ہوں گے، لہٰذا سرمایہ لگانے والے نے جتنا سرمایہ لگایا تھا، اسی کے بقدر سرمایہ اور نفع اس بیٹے کی ذاتی ملک ہے، اس کو باپ کے ترکہ میں شمار نہیں کیا جائے گا، قرین قیاس ہے کہ قنیہ کے حوالے سے ہندیہ اور شامی میں جو عبارت آئی ہے اس میں "ولم یکن لها مال" کی قید لگی ہوئی ہے، اور یہ بات معروف ہے کہ فقہی عبارات کے مفہوم مخالف معتبر ہوتے ہیں، لہٰذا اس صورت کا الگ حکم ہونا چاہئے۔

اگر بیع بالتعاطی پر قیاس کرکے اس کو شرکت عقود بالتعاطی قرار دیں (اگرچہ فقہی عبارات میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی) تب بھی ربح وغیرہ کے بارے میں کوئی بات طے نہ ہونے کے سبب یہ شرکت فاسد ہوگی، اور شرکت فاسدہ کا حکم بعینہ وہی ہے جو اوپر شرکت املاک کا لکھا گیا، یعنی بقدر مال نفع کا استحقاق ہوا کرتا ہے، شامی میں ہے:

"والربح في الشركة الفاسدة بقدر المال" (شامی ۳/ ۳۸۳، شرکۃ الشرکۃ الفاسدہ، مکتبہ فیض القرآن) (شرکت فاسدہ میں نفع مال کے بقدر ہوتا ہے)۔

ہندیہ میں ہے:

"وشرط جواز هذه الشركات كون المعقود عليه عقد الشركة قابلا للوكالة كذا في المحيط، وأن يكون الربح معلوم القدر فإن كان مجهولا تفسد الشركة" (ہندیہ ۲/ ۳۰۲)۔

دوسری جگہ ہے:

"وكل شركة فاسدة فالربح فيها على قدر رأس المال كألف لأحدهما مع ألفين فالربح بينهما أثلاثا" (ہندیہ ۲/ ۳۳۵) (ان شرکات کی شرط جواز یہ ہے کہ جس پر عقد شرکت کی جارہی ہے وہ وکالت کو قبول کرسکتا ہو، المحیط میں اسی طرح ہے، نیز یہ کہ نفع کی مقدار معلوم ہو، اگر یہ مقدار مجہول ہو تو شرکت فاسد ہوگی، دوسری جگہ ہے: "اور ہر فاسد شرکت میں نفع

رأس المال کے بقدر ہوگا جیسے دو ہزار کے ساتھ ایک کے ایک ہزار ہوں تو نفع دونوں کے درمیان اثلاثا (ایک ہزار والے کو تہائی دو ہزار والے کو دو تہائی ہوگا)۔

خلاصہ کلام یہ کہ صورت مسئولہ میں سرمایہ کے بقدر نفع کا بیٹا مالک ہوگا، اس مقدار کو باپ کے ترکہ سے خارج رکھا جائے گا۔

سوال: ۳- دوکان پر والد کو بٹھانا یا والد کا نام استعمال کرنا

اوپر گزر چکا ہے کہ شرکت فاسدہ میں مال کے بقدر نفع دیا جاتا ہے، شامی میں ہے:

"والربح في الشركة الفاسدة بقدر المال (قوله والربح الخ) حاصله أن الشركة الفاسدة إما بدون مال، أو به من الجانبين أو من أحدهما، فحكم الأولى أن الربح فيها للعامل كما علمت، والثانية بقدر المال ولم يذكر أن لأحدهم أجراً لأنه لا أجر للشريك في العمل بالمشترك كما ذكره في قفيز الطحان، والثالثة لرب المال وللآخر أجر مثله" (شامی ۳/ ۳۸۳)۔

یہاں اگر شرکت ہوتی تو تیسری شکل ہوتی، اور باپ کو اجرت مثل ہوتی، لیکن ظاہر ہے کہ یہاں شرکت کے ارکان اور شروط نہ پائے جانے کے سبب شرکت نہیں ہے، پھر باپ کو غاصب بھی نہیں کہا جا سکتا کہ غصب کی تفصیلات صادق آسکیں، پھر جب نہ عقد ہے نہ غصب تو ایک ہی صورت بچتی ہے کہ اس کے عمل کو تبرع قرار دیا جائے، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل نفع کا مالک بیٹا ہوگا، باپ کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، لہذا باپ کا انتقال ہو تو اس مال کو باپ کے ترکہ سے خارج رکھا جائے گا۔

اس کا اشارہ اس بات سے بھی مل رہا ہے کہ سوال (۱) میں جن فقہی عبارات کے حوالہ سے باپ کو کل مال کا وارث قرار دیا گیا تھا اس میں یہ حکم کچھ قیود سے مقید تھا، وہ قیود یہاں مفقود ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ فقہی عبارات کا مفہوم مخالفت معتبر ہوتا ہے، مثلاً: "أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولا مال لهما" (ہندیہ ۲/ ۳۲۹) (باپ بیٹے ایک ہی پیشہ میں کمائی کر رہے

ہوں اور دونوں کے پاس مال نہ ہو)، ظاہر ہے کہ اس حالت میں مال موجود ہے، اور جب کسی کے پاس مال موجود ہو تو اس کا حکم اس عبارت میں ہے جس کو راقم نے ابھی نقل کیا ہے۔

سوال: ۴- جب بعض بیٹے والد کی معاونت کریں بعض الگ کاروبار کریں

اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی ان کی ذاتی ملکیت ہوگی اس میں باپ یا اس کے دوسرے بیٹوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

البتہ اگر یہ دوسرا کاروبار باپ نے اپنے مال ہی سے کرایا تھا تو اگر صاف لفظوں میں مضاربت کی بات ہوئی تھی تو شرائط کے مطابق اس میں باپ کا حق ہوگا، اور اس کے انتقال کے بعد اس حق کو سب ورثاء میں ضابطہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

اور اگر قرض کے انداز میں تھا تو جتنا مال دیا تھا اتنے کی واپسی لازم ہوگی اور اس کے مالک بیٹے باپ اور اس کے بعد تمام ورثاء ہوں گے، اور تبرعاً دیا تھا تو پہلی شکل رہے گی۔

جہاں تک ایک ساتھ کھانے پینے کا تعلق ہے تو بلوغ کے بعد والد کی ذمہ داری اولاد کے نفقات کی ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر اپنے طور سے والد برداشت کر رہا ہے تو وہ اس کا تبرع ہے، لیکن اس کی بنیاد پر لڑکے کی ذاتی ملکیت میں اس کو حق نہیں دیا جا سکتا الا یہ کہ باضابطہ کوئی بات طے کی گئی ہو۔

سوال: ۵- باپ کی موت کے بعد اپنے سرمایہ سے باپ کا کاروبار پھر سے شروع کرنا

اس شکل کا حکم بھی (۴) جیسا ہوگا، اس فرق کے ساتھ کہ اگر دوکان کرایہ کی تھی تو تجدید اجارہ کے بعد اس کا کرایہ اب اس لڑکے کے ذمہ ہوگا، اور اگر والد کی ملکیت تھی تو جب تک والد نظر انداز کرے کوئی بات نہیں، ورنہ جب چاہے اس دوکان کا کوئی کرایہ مقرر دے، یا وہاں سے دوکان ہٹا لینے کا مطالبہ کرے۔

والد کے کاروبار میں اولاد کی شرکت کی مختلف نوعیتیں

مولانا محمد جعفر ملی رحمانی☆

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، الگ سے اپنا کچھ سرمایہ وغیرہ نہیں لگایا تو ان کی حیثیت والد کے ساتھ معاون کی ہوگی۔

”ما في ”شرح المجلة لسليم رستم باز“: إذا عمل رجل في صنعة هو ابنه الذي في عياله فجميع الكسب لذلك الرجل وولده يعد له معينا له“

(ص ۷۴۱، رقم المادة ۱۳۹۸)۔

”ما في ”ردالمحتار“: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له“

(۳۲۹/۲، مطلب اجتمعا في دار واحدة الخ)۔

”ما في ”الفتاوى الهندية“: أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الإبن في عيال الأب لكونه معينا له“

(۳۲۹/۲، کتاب الشركة، مطلب اب وابن يكتسبان الخ)۔

۲- اگر والد کے ساتھ لڑکے بھی کاروبار میں شریک ہوئے، اور اپنا سرمایہ بھی کاروبار میں لگایا، تو اس کی چند صورتیں ہوں گی:

☆ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر۔

۱-لڑکے والد ہی کے ساتھ اکٹھا رہتے ہوں، اور کاروبار میں والد کو اپنا سرمایہ، تعاون کے طور پر دیا ہو، تو تمام سرمایہ والد کی ملکیت میں شمار ہوگا، اور لڑکے والد صاحب کے معاون سمجھے جائیں گے (حوالہ سابق)۔

۲-کاروبار میں سرمایہ لگاتے وقت والد کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کیا ہو، تو یہ کاروبار میں شریک کی حیثیت سے شمار ہوں گے، اوران میں منافع کی تقسیم پہلے سے باہمی رضامندی سے طے شدہ شرح کے مطابق ہوگی۔

ما في "الموسوعة الفقهية الكويتية": فشركة الأموال: عقد بين اثنين فأكثر على أن يتجروا في رأس مال لهم، ويكون الربح بينهم بنسبة معلومة، سواء علم مقدار رأس المال عند العقد أم لا، لأنه يعلم عند الشراء، وسواء شرطوا أن يشتركوا جميعا في كل شراء و بيع، أم شرطوا أن ينفرد كل واحد بصفقاته أم أطلقوا، وليس حتما أن يقع العقد بلفظ التجارة، بل يكفي معناها" (۲۶/۳۶،شرکۃ)۔

ما في "المبسوط للسرخسي": ثم يذكر فما كان فيه من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما وما كان من وضيعة أو تبعة فكذلک اشتركا على ذلک في شهر كذا من سنة كذا......فأما في المال العين إذا تساويا في رأس المال واشترطا أن يكون الربح بينهما أثلاثا، أو تفاوتا في رأس المال فكان لأحدهما ألف وللآخر ألفان، واشترطا أن يكون الربح بينهما نصفين يجوز عندنا" (۱۱/۱۶۸، ۱۶۹، کتاب الشرکۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

ما في "الفتاوى الهندية": أما الشركة بالمال فهي أن يشترک اثنان في رأس مال فيقولان اشتركنا فيه على أن يشتري ونبيع معا أو شئ أو طلقا على ما رزق الله عز و جل من ربح فهو بيننا على شرط كذا، أو يقول أحدهما

ذلک ویقول الآخر نعم، کذا في البدائع (۲/ ۳۰۲، کتاب الشرکۃ، الباب الأول في بیان أنواع الشرکۃ الخ)۔

۳- اگر والد کے ساتھ لڑکا کاروبار میں معاون کے طور پر تھا، مگر اس نے اپنا کچھ سرمایہ باپ کو بطور قرض دیا تھا، تو وہ لڑکا باپ کا معاون ہی رہے گا، البتہ لڑکے نے جتنی رقم قرض کے طور پر دی تھی، اتنی رقم باپ سے لینے کا حقدار ہوگا۔

ما فی "بدائع الصنائع": وأما حکم القرض فهو ثبوت الملک للمستقرض في المقرض للحال، وثبوت مثله في ذمة المستقرض للمقرض للحال، وهذا جواب ظاهر الرواية (۶/ ۵۱۹۔ کتاب القرض، دار الکتاب دیوبند)۔

ما في "ردالمحتار على الدر المختار": لا يحبس أصل وإن علا في دين فرعه بل يقضى القاضي دينه من عين ماله أو قيمته" (۸/ ۱۱۱، کتاب القضاء، مطلب في حبس الصبي، دار الکتاب دیوبند، بدائع الصنائع ۶/ ۱۷۹، دار الکتاب دیوبند)۔

۳- اگر کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے کاروبار شروع کیا ہو، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہو، یا تبرکا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس کاروبار پر لڑکے کی ملکیت ہوگی، نہ کہ باپ کی، اس لئے کہ باپ کی ملک کے لئے اسباب ملک میں سے کوئی سبب نہیں ہے:

"ما فی "الدر المختار مع رد المحتار": اعلم أن أسباب الملک ثلاثة: ناقل كبيع وهبة، وخلافة كإرث، واصالة وهو الاستيلاء حقيقة بوضع اليد، أو حكما بالتهيئة كنصب شبكه لصيد" (۱۰/ ۴۶، کتاب الصید، دار الکتاب دیوبند)۔

۴- اگر بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا، اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، درآنحالیکہ ان کی آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، اور سب بھائی اپنی کمائی باپ کو دے دیتے ہوں، تو تمام مال باپ کا شمار ہوگا "ما فی "الردالمحتار" : وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكهم في عياله،

واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لاغير" (۳۹۲/۶، فصل في الشركة الفاسدة، دار الکتاب دیوبند)۔

۵- اگر کسی شخص کا کاروبار کسی وجہ سے ختم ہو گیا ہو، پھر اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو یہ کاروبار اسی لڑکے کی ملکیت شمار ہو گی، جس نے سرمایہ لگایا ہے، کیونکہ نام تو محض ایک حق منفعت ہے جس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی، البتہ اگر یہ نام رجسٹرڈ ہوں تو چونکہ ٹریڈ مارک (Trade Mark) آج کل گاہکوں کی زیادہ رغبت یا بے رغبتی کا سبب بن گیا ہے، اس لئے فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق عوض لے کر اپنے اس حق کو چھوڑنے کی اجازت دی گئی ہے "مافي "الدر المختار مع رد المحتار": لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن الوظائف بالأوقاف وفيها في آخر بحث تعارض العرف مع اللغة، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص، لكن أفتى كثير باعتباره، وعليه فيفتي بجواز النزول عن الوظائف بمال" (۲۵/۷، ۲۶، کتاب البیوع، مطلب لا یجوز الاعتیاض الخ)۔

لیکن محض ٹریڈ مارک کی وجہ سے باپ کی ملک نہیں ہو گی، کیونکہ باپ کی ملکیت کے ثبوت کے لئے اسباب ملک میں سے کوئی سبب شرعی موجود نہیں ہے "ما في: "الدر المختار مع رد المحتار": اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل كبيع وهبة، وخلافة كإرث، وإصالة وهو الاستيلاء حقيقة بوضع اليد، أو حكما بالتهية كنصب شبكة لصيد الخ" (۴۶/۱۰، کتاب لصید، کفایت المفتی ۶۷/۶، فقہی مقالات ۲۲۰/۱)۔

خلاصہ

۱- لڑکوں کی حیثیت والد کے ساتھ معاون کی ہو گی۔

۲- یہ شق تین صورتوں پر مشتمل ہے، جو بالتفصیل جوابات میں مذکور ہیں، ان میں سے پہلی اور تیسری صورت میں معاون اور دوسری صورت میں شریک ہوں گے۔

۳-کاروبار پر لڑکے کی ملکیت ہوگی نہ کہ باپ کی۔

۴-تمام مال باپ کا شمار ہوگا۔

۵-کاروبار اس لڑکے کی ملکیت شمار ہوگا جس نے سرمایہ لگا کر دوبارہ کاروبار شروع کیا۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت وتعاون

مولانا شاہد علی قاسمی ☆

۱-اگر کوئی لڑکا اپنے باپ کے کاروبار میں والد کی خواہش پر شریک ہو جائے، اور اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو اس کی حیثیت کاروبار میں معاون کی ہوگی، پارٹنر یا ملازم کی نہیں ہوگی، کیونکہ پارٹنر بننے کے لئے، عقد شرکت کرنا ضروری ہے اور یہاں عقد شرکت نہیں پایا گیا، نیز ملازم ہونے کے لئے عقد اجارہ کرنا مطلوب ہے، جو یہاں مفقود ہے، اس لئے لڑکے کی حیثیت معاون کی ہوگی، چنانچہ علامہ شامی نے قنیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس طرح کی صورتوں میں اولاد کی حیثیت معاون کی ہوتی ہے:

"لما في القنية: الأب وإبنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئي فالكسب كله للأب، إن كان الابن في عياله لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب" (ردالمحتار ۶/ ۵۰۲، فصل في الشركة الفاسدة)۔

۲-اگر بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا، تو اس کی حیثیت "شرکت ملک" کی ہوگی، جسے "شرکت عین" بھی کہا جاتا ہے، شرکت عنان، یا شرکت مفاوضہ وغیرہ میں یہ صورت داخل نہیں ہوگی، کیونکہ ان میں باضابطہ عقد اور نفع کی تعیین وغیرہ ضروری ہے، جو یہاں مفقود ہے، علامہ شامی نے صراحت کی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کی جائداد بچوں کی طرف منتقل ہوتی ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

☆ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

کوئی ایک بھائی ولی امر اور ذمہ دار ہوتا ہے، جو زیادہ کام کرتا ہے، بعض بھائی کام کم کرتے ہیں، تو اس کی حیثیت شرکت ملک کی ہوتی ہے، چنانچہ علامہ شامی رقمطراز ہیں:

يقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلک، وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهما تهم ويعملون عنده بأمره، وكل ذلک على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع متقضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها تركة العقد، ولا شک أن هذه ليست شركة مفاوضة، خلافا لما أفتى به في زماننا من لا خبرة له، بل هي شركة ملک كما حررته في تنقيه الحامدية (رد المحتار ۶/۸۷، ۷۷۴)۔

اس لئے صورت مسئولہ کی حیثیت بھی شرکت ملک کی ہوگی، اور جب ایسی مشترک چیز سے کاروبار کیا جائے تو ہر ایک کا نفع اس کے تناسب سے ہوتا ہے، اس لئے ان بچوں کو جنہوں نے کاروبار میں سرمایہ بھی لگایا اور کاموں میں بھی شریک ہیں، کاروبار کا پارٹنر بہ اعتبار شرکت ملک قرار دیا جائے گا، لہٰذا اپنے سرمایہ کے تناسب سے نفع کے مالک ہوں گے، باقی ان کے والد کا سمجھا جائے گا، گو کہ باپ کی محنت کم ہو اور ان بچوں کی زیادہ۔

۳- اسلام نے ہر شخص کو حق ملکیت دیا ہے، ایک بچہ دنیا میں آتے ہی سرمایہ دار ہوسکتا ہے، جیسے کوئی خیر خواہ اس کو کوئی مال ھبہ کردے، یا اس کا باپ ہی کچھ مال کا مالک بنادے، تو اگر بچہ اپنی رقم سے کاروبار شروع کرے، اور اپنے والد کو دوکان پر تبرکاً بیٹھانے، یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھے تو اس کی وجہ سے والد کو کاروبار میں شریک نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ پورا کاروبار اسی بچہ کا سمجھا جائے گا، اور باپ کو کاروبار میں وقت لگانے کی وجہ سے معاون سمجھا جائے گا، جیسا کہ سوال-۱ کے ذیل میں آیا کہ جب مال باپ کا ہو اور اولاد باپ کے کاروبار میں

بٹائے تو اولاد کی حیثیت معاون کی ہوتی ہے، تو اگر بعض بچوں کا مال ہو اور باپ ان بچوں کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے تو باپ کی حیثیت معاون کی ہوگی، نہ کہ پارٹنر کی۔

۴- اگر سب بھائیوں نے کسب معاش کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کیے، جب کہ بعض بھائی اپنے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے ہوئے ہیں، تو جس طرح والد کے ساتھ کاروبار کرنے والے بھائیوں کی کمائی باپ کی سمجھی جاتی ہے، اسی طرح کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کرنے والے بھائیوں کی کمائی باپ کی ہوگی، علامہ شامی رقمطراز ہیں:

"الأب والابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیئ فالکسب کله للأب إن کان الابن فی عیاله لکونه معینا له" (ردالمحتار ۶/ ۵۰۲)۔

اور اگر الگ کسب معاش اختیار کرنے والے بھائی کھانے پینے رہنے سہنے میں باپ سے علاحدہ ہوتو پھر ان بھائیوں کی کمائی ذاتی ہوگی، باپ اس میں شریک نہیں ہوگا، جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے، نیز اسی طرح کے سوال کے جواب میں سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

لڑکے کی اجرت (تنخواہ) جو باپ کے نام جمع ہوتی تھی، لڑکا اس کا مستحق ہے، بشرطیکہ اس لڑکے کا کھانا پینا، رہنا سہنا باپ سے علاحدہ ہو (کفایت المفتی ۷/ ۳۰۹، کتاب المعاش)۔

تاہم اگر الگ کسب معاش اختیار کرنے والے بھائیوں نے سرمایہ کاری کرتے ہوئے آمدنی حاصل کی ہو، تو گو ان کا کھانا پینا باپ کے ساتھ ہو پھر بھی یہ آمدنی ان بھائیوں کی ہی ہوگی، باپ کی، یا مشترکہ طور پر تمام بھائی اور باپ کی نہیں ہوگی، جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر بیوی کسب معاش کے لئے شوہر سے جداگانہ دوسرا ذریعہ اختیار کرے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بیوی ہی کی ہوگی، نہ کہ شوہر کی اور اگر دونوں ایک ساتھ محنت کر کے کمائی کر رہے ہوں تو پھر پوری کمائی شوہر کی ہوگی، اور بیوی صرف مددگار سمجھی جائے گی، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وکذا الحکم فی الزوجین إذا لم یکن لهما شیئ ،ثم اجتمعا بسعیهما

أموال كثيرة، فهي للزوج، وتكون المرأة معينة له، إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها (ہندیہ ۳۲۹/۲، کتاب الشرکۃ)۔

نیز بیٹے کی کمائی باپ کی اور بیوی کی کمائی شوہر کی ہونے کے لئے شامی میں "ولم يكن لهما شيئي" اور ہندیہ میں "إذا لم يكن لهما شيئي" کی شرط لگائی گئی ہے، لہٰذا اگر یہ قید نہیں پائی گئی یعنی اگر کاروبار میں بیٹے یا بیوی کا مال لگا ہو تو پھر پوری کمائی باپ یا شوہر کی نہیں ہوگی، اس لئے اگر بعض بھائیوں نے اپنے مال سے الگ سرمایہ کاری کی تو اس کی آمدنی میں دوسرے بھائی اور باپ شریک نہیں ہوں گے۔

۵- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا، لیکن کاروبار کی جگہ- خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اور بعض اولاد اپنے سرمایہ سے دوبارہ کاروبار اسی جگہ شروع کرے، تو اس کاروبار میں والد کی ملکیت نہیں ہوگی، کیونکہ جب بچے کاروبار میں لگائے ہوئے سرمایہ کے مال تھے تو اس کی منتقلی والد کی طرف اسی وقت ہوگی جب کہ ملکیت کی منتقلی کے ذرائع اختیار کئے گئے ہوں، جیسے: ھبہ، بیع، قرض وغیرہ اور یہاں ان میں کوئی صورت نہیں پائی گئی، البتہ کاروبار کی جگہ چونکہ والد کی ہے، یا اس نے کرایہ پر حاصل کیا تھا، اس لئے اگر والد چاہے، تو اس جگہ کا کرایہ طلب کر سکتا ہے، کہ یہ اس کا حق ہے۔

بہر حال: محض مملوکہ جگہ ہونے یا اس جگہ کو کرایہ پر حاصل کر لینے کی وجہ سے باپ ان بچوں کے کاروبار کا نہ تو مالک ہو سکتا ہے، اور نہ ان کے کاروبار میں پارٹنر، بلکہ اگر کوئی دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے کھیتی کر لے، یا مکان تعمیر کر لے پھر بھی زمین پر ملکیت کی وجہ سے صاحب زمین کھیتی یا مکان کا مالک نہیں ہوگا، علامہ حصکفی رقمطراز ہیں:

من بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد (الدر المختار ۲۰۷/۲)۔

تو صورت مسئولہ میں بدرجۂ اولی باپ کاروبار کا مالک نہیں ہوگا، کیونکہ عرف عام میں

اولاد اپنے باپ کی بعض املاک میں بلا اجازت بھی تصرف کرتا ہے، اور اس کے صحیح ہونے کے لئے باپ کی خاموشی بھی کافی سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ ذیل کے جزئیہ میں بیوی کے تصرف کو درست قرار دیا گیا ہے،

دفعت في تجهيزها لبنتها أشياء من أمتعة الأب (الاشباہ والنظائر ر ۲۲۷)۔

اس لئے جب بعض بچوں نے اس جگہ کاروبار شروع کیا اور باپ خاموش رہا، تو یہ خاموشی اس جگہ کو استعمال کرنے کی اجازت متصور ہوگی، اور اس کی وجہ سے باپ ان بچوں کے کاروبار کا مالک نہیں سمجھا جائے گا۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی ☆

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے اپنا الگ سے کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو حضرات فقہاء کی تصریح کے مطابق اگر تین شرطیں پائی جائیں تو لڑکوں کو والد کا معین و مددگار مانا جائے گا اور مال سارا کا سارا (سرمایہ اور نفع) والد کی ملکیت ہوگا اور والد کی وفات کے بعد ترکہ للذکر مثل حظ الأنثيين کے اصول پر تقسیم ہوگا۔

الف- باپ اور لڑکے دونوں ایک ہی پیشے میں شریک ہو کر کام کر رہے ہوں۔

ب- سرمایہ مکمل باپ کا ہو۔

ج- لڑکے باپ کی عیال داری میں ہوں۔

إذا عمل رجل فى صنعة هو وابنه الذى فى عياله فجميع الكسب لذلک الرجل وولده يعد معينا له، فيه قيدان احترازيان كما تشعر عبارة المتن: الأول أن يكون الابن فى عيال الأب، الثانى أن يعملا معاً فى صنعة واحدة إذ لو كان لكل منهما صنعة يعمل فيها وحده فربحه له (شرح المجلة لسلیم رستم باز رقم المادة ۱۳۹۸، البحث الثانی فی مسائل عائدة إلی شرکة الاعمال)۔

(جب کسی شخص اور اس کے اس لڑکے نے جو اس کی عیال داری میں ہے ایک ہی پیشے

☆ مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ، ماہی، پالنپور، گجرات۔

میں کام کیا، تو پوری کمائی اس شخص کی ہوگی اور اس کا لڑکا اس کا معاون شمار کیا جائے گا، اس میں دو احترازی قیدیں ہیں: (۱) پہلی یہ کہ لڑکا باپ کی عیال داری میں ہو اور دوسری یہ کہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی پیشے میں کام کرتے ہوں، اس لئے کہ اگر ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ پیشہ ہے جس میں وہ تنہا کام کرتا ہے، تو اس کا نفع اسی کے لئے ہوگا)۔

الأب والابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئي فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (الرد المحتار ۶/ ۳۹۲، فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ - مکتبہ دار الکتاب دیوبند)۔

(باپ اور بیٹا ایک ہی پیشہ میں کمائی کر رہے ہیں اور ان کا کچھ (سرمایہ) نہیں تھا، تو پوری کمائی باپ کی ہوگی، بشرطیکہ بیٹا اس کی عیالداری میں ہو، کیونکہ وہ باپ کا معین ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر درخت لگایا تو وہ باپ کا ہوگا)"**قلت فما كان المال للأب كان كله بالأولى**"۔

اگر مذکورہ شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو جائے، تو کام کرنے والے بیٹوں کی حیثیت معین و مددگار کی نہیں رہے گی، چنانچہ اگر باپ اور بیٹے نے الگ الگ پیشہ اختیار کر کے کمائی حاصل کی ہے، تو باپ کو بیٹے کی کمائی میں دخل اندازی کرنے کا حق نہ ہوگا، بلکہ بیٹا اپنی کمائی کا مالک ہوگا اگرچہ بیٹا باپ کے زیر عیال ہو، (اگر بیٹا باپ کے زیر عیال نہ ہو، تو اس کا حکم بدرجہ اولی معلوم ہو گیا کہ بیٹا ہی اپنی کمائی کا مالک ہوگا)۔

اور اگر باپ اور بیٹے ایک ہی پیشہ میں شریک ہو کر کام کر رہے ہیں اور بیٹے باپ کی عیال داری میں نہیں ہیں، پس اگر اجرت سے کام کرنا طے ہوا ہے اور اجرت بھی متعین کر دی ہے، تو وہ اسی کے مستحق ہوں گے اور اگر اجرت طے نہیں ہوئی ہے، تو جہالت اجرت کی وجہ سے یہ اجارہ فاسدہ ہے، لہٰذا کل مال (سرمایہ اور نفع) باپ کا ہوگا اور بیٹے اجرت مثل کے مستحق ہوں گے، اور ان دونوں صورتوں میں بیٹوں کی حیثیت ملازم کی ہوگی اور اگر کوئی وضاحت (اجرت سے کام کریں گے یا بلا اجرت) نہیں ہوئی ہے، تو بیٹوں کا یہ کام کرنا تبرع ہوگا، وہ اجرت

یا حق المحنت کسی کے حقدار نہیں ہیں، کیونکہ اجرت کا استحقاق عقد اجارہ سے ثابت ہوتا ہے اور یہاں کوئی عقد منعقد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس صورت میں بیٹوں کی حیثیت متبرع اور متطوع کی ہوگی اور کل مال باپ کی ملکیت ہوگا۔

حاصل یہ کہ اگر بیٹے باپ کی عیالداری میں ہیں، تو ان کی حیثیت معین و مددگار کی ہوگی، اور اگر بیٹے باپ کی عیال داری میں نہیں ہیں اور اجرت سے کام کرنا طے ہوا ہے، تو ان کی حیثیت ملازم کی ہوگی، اور اگر کوئی وضاحت نہیں ہوئی ہے تو ان کی حیثیت متبرع کی ہوگی اور چونکہ مکمل سرمایہ باپ کا ہے، لہٰذا بیٹوں کی حیثیت شریک اور پارٹنر کی نہ ہوگی۔

۲- اور اگر والد نے کاروبار شروع کیا اور بیٹوں نے کاروبار میں شریک ہونے کی غرض سے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے لگایا ہے، تو بیٹوں کی حیثیت شریک اور پارٹنر کی ہوگی اور بیٹے بوقت اشتراک اپنے سرمایہ کے تناسب سے کاروبار اور اس کے منافع میں شریک ہوں گے اور اگر کاروبار میں شریک ہونے کی غرض سے نہیں لگایا، بلکہ باپ کی اعانت اور مدد کے لئے اپنا سرمایہ لگایا ہے، تو پھر بیٹوں کی حیثیت شریک کی نہ ہوگی، بلکہ معاون یا متبرع کی ہوگی، اور اگر صراحۃً قرض کہہ کر لگایا ہے، تو بیٹوں کی حیثیت دائن اور مقرض کی ہوگی۔

۳- اگر کاروبار لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہے اور صرف کاروبار سنبھالنے کے لئے دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہے، کاروبار (دوکان) کا اپنے والد کو ہبہ اور قبضہ دے کر مالک نہیں بنایا ہے، تو کل (کاروبار اور نفع) لڑکے کا مملوک ہوگا، لہٰذا باپ بحیثیت ملکیت وشرکت لڑکے سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اور باپ کی حیثیت اجیر (ملازم) کی ہوگی بشرطیکہ اجرت کے ساتھ کام کرنے کے لئے بٹھایا ہو، اور اگر کچھ وضاحت نہیں ہوئی ہے یعنی باپ اجرت سے کام کرے گا یا بلا اجرت، تو باپ کی حیثیت متطوع اور متبرع کی ہوگی۔

اور اگر لڑکے نے کاروبار اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہے، لیکن تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہے، تو نام رکھنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا دوکان اور اس کے منافع

لڑکے کی ملک ہوں گے۔

۴- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے، جب کہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، اور دوسرے بھائیوں نے اپنی کمائی مشترکہ خرچ میں یا اپنے والد کو دیدی ہے، تو وہ والد کی ملکیت ہوگی اور والد کی وفات کے بعد ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا، اور اگر دوسرے بھائیوں نے اپنی کمائی الگ جمع کر کے رکھی ہے (مشترکہ خرچ میں یا والد کو نہیں دی ہے) تو وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی، لیکن ان پر اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا خرچ والد کو دینا لازم ہے، کیونکہ والد نے ان پر اور ان کی بیوی بچوں پر کھانے پینے وغیرہ کا خرچ اس لئے کیا تھا کہ وہ اپنی کمائی والد کو دیں گے، لہٰذا جب انہوں نے اپنی کمائی علیحدہ جمع کی اور والد کو نہیں دی، تو ان پر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ والد کو دینا ضروری ہے، ہاں اگر والد صاحب بخوشی نہ لیں تو دوسری بات ہے۔

۵- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف- والد کے لئے اس کی اجازت سے کاروبار شروع کیا، تو کاروبار والد کا ہوگا، اور لڑکے نے جو سرمایہ لگایا ہے وہ والد پر قرض ہوگا۔

ب- والد کے لئے اس کی اجازت کے بغیر کاروبار شروع کیا، تو تبرع شمار ہوگا اور کاروبار والد کا ہوگا۔

ج- لڑکے نے اپنے لئے والد کی اجازت سے کاروبار شروع کیا تو کاروبار لڑکے کا ہوگا اور جگہ والد کی رہے گی اگر والد کی مملوکہ ہو، اور لڑکے کا جگہ استعمال کرنا بطور عاریت ہوگا بشرطیکہ عقد اجارہ نہ ہوا ہو۔

د- والد کی اجازت کے بغیر اپنے لئے کاروبار شروع کیا تو کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا اور

جگہ والد کی رہے گی اگر والد کی مملوکہ ہو، اور لڑکے کا والد کی اجازت کے بغیر جگہ کا استعمال کرنا غصب ہے اور غصب کے منافع مضمون نہیں ہوتے ہیں الا یہ کہ وہ وقف یا صغیر کا مال ہو، تو منافع کا ضمان یعنی اجرت مثل لازم ہے، لہٰذا اس صورت میں والد لڑکے سے کرایہ وغیرہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرسکتا ہے، اور اگر جگہ کرایہ کی ہے تو ظاہر ہے کہ لڑکا ہی کرایہ دیتا ہوگا۔

(عمر دار زوجته بماله بإذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها (ولو) عمر (لفنسه بلا إذنها فالعمارة له) ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك (ولها بلا إذنها فالعمارة لها وهو متطوع) في البناء فلا رجوع له (الدر المختار مع رد المحتار المعروف بالشامی ۱۰/ ۳۹۳، کتاب الخنثی مسائل شتی)۔

(شوہر نے بیوی کے لئے اپنے مال سے اس کی جگہ پر اس کی اجازت سے تعمیر بنائی، تو تعمیر بیوی کی ہوگی اور مال بیوی پر قرض ہوگا، کیونکہ بیوی کا حکم دینا صحیح ہے، اور اگر شوہر نے اپنے لئے بیوی کی اجازت کے بغیر تعمیر بنائی، تو تعمیر شوہر کی ہوگی، اور وہ زمین کو غصب کرنے والا ہوگا، لہٰذا شوہر کو بیوی کے زمین کا مطالبہ کرنے پر فارغ کرنے کا حکم دیا جائے گا، اور اگر تعمیر بیوی کے لئے بنائی اس کی اجازت کے بغیر، تو تعمیر بیوی کی ہوگی اور شوہر تعمیر بنانے میں متطوع ہوگا، لہٰذا وہ رجوع نہیں کرسکتا ہے)۔

ولو استعمل واحد مالاً بدون إذن صاحبه كان غاصباً فلا يلزمه منافعه الخ (شرح المجلۃ لسلیم رستم باز رقم المادۃ -۵۹۶، الفصل الاول فی ضمان المنفعۃ)۔

(اور اگر کسی نے دوسرے کا مال اس کی اجازت کے بغیر استعمال کیا، تو وہ غاصب ہوگا، لہٰذا اس پر اس کے منافع کا ضمان لازم نہیں ہوگا)۔

حاصل یہ کہ اگر لڑکے نے والد کے لئے کاروبار شروع کیا ہے، تو کاروبار والد کا ہوگا، اور اگر اپنے لئے شروع کیا ہے، تو اسی کا ہوگا۔

اولاد کی کمائی سے متعلق خلاصہ

مولانا محمد عثمان بستوی ☆

جب بچے اپنے والدین کے ساتھ رہ کر کماتے ہوں تو اس میں بچوں کی حیثیت معاون کی ہوگی یا ملازم یا شریک کی؟ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم کتب فقہیہ سے اولاً چند مسائل ذکر کرتے ہیں، تاکہ والد کے ساتھ رہنے والے بچوں کی حیثیت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

لڑکے کو اپنے والد کا معین سمجھے جانے کی شروط

باپ و بیٹوں دونوں کا ذریعہ آمدنی ایک ہو، اور بیٹے کے ذاتی سرمایہ کا لگنا معلوم نہ ہو، بیٹا باپ کے ساتھ اس کی ماتحتی میں رہتا ہو تو ایسی صورت میں اس کاروبار اور ذریعہ آمدنی سے جو کچھ کمائی ہوگی سب والد کی مانی جائے گی، اور بیٹے کی حیثیت صرف ایک معاون کی ہوگی اور بس، اسی وجہ سے باپ کی ماتحتی میں رہنے والا بیٹا باپ کی زمین پر کوئی درخت لگا دے تو وہ درخت "الشجر للغارس" کے برعکس والد کا ہی مانا جائے گا۔

"كما في ردالمحتار: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معيناله ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب" (شامی ۶/۵۰۲ طبع زکریا)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ بچے کو اپنے والد کا معین سمجھے جانے کے لئے تین

☆ مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور۔

شرطیں ہیں:

۱- ذریعہ آمدنی دونوں کا ایک ہی ہو۔

۲- بچے کے سرمایہ کا لگنا معلوم نہ ہو۔

۳- بچے کی رہائش والد کی ماتحتی میں اسی کے ساتھ ہو۔

مذکورہ بالا شرائط ثلاثہ کو درر الاحکام شرح مجلۃ الاحکام میں اچھی طرح سے واضح کیا گیا ہے، ہم اس کو (بحث ونظر کے شمارہ ۳۴، ۳۳، ص ۶۹-۱۶۸) سے نقل کرتے ہیں: "ویوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معينا لابيه"۔

۱- "اتحاد الصنعة فإذا كان الأب مزارعا والإبن صانع أحذية فكسب الأب من الزراعة والابن من صنعة الحذاء فكسب كل واحد منهما لنفسه وليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله"۔

(یعنی بیٹے کو باپ کا معاون قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ بیٹے اور باپ کا کام ایک ہی ہو اگر اس کے خلاف ہو، یعنی مثلاً باپ کھیتی کرتا ہے اور بیٹے نے جوتے سازی کا کام شروع کیا اور اس سے دولت کمائی تو محض اس لئے کہ بیٹے نے باپ کے عیال میں رہتے ہوئے یہ دولت کمائی ہے باپ کو بیٹے کی کمائی میں مداخلت کا حق نہ ہوگا)۔

۲- "فقد الأموال سابقا، إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم يكن معلوما للإبن أموال بان ورث من مورثه أموالا معلومة فيعد الابن في عيال الأب" (یعنی بیٹے کے پاس پہلے سے مال کا موجود نہ ہونا، جب کہ باپ کے پہلے سے مال موجود ہیں جس کو اس نے کمایا ہے اور بیٹے کے پاس مال کا موجود ہونا معلوم نہیں کہ وہ وارث ہوا اپنے مورث سے متعین مال کا، تو بیٹا باپ کی عیال میں سمجھا جائے گا)۔

۳- "أن يكون الابن في عيال أبيه، أما إذا كان الأب يسكن في دار والابن في دار أخرى وكسب الابن أموالا عظيمة فليس للأب المداخلة في

أموال ابنه بدعاوی أنه لیس للابن مال فی حیاۃ أبیہ" (باپ ایک گھر میں رہتا ہو اور بیٹا دوسرے گھر میں رہائش رکھتا ہو اور بیٹے نے بہت ساری دولت کمائی ہو تو باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں مداخلت کا حق نہیں ہے) (المجلۃ دفعہ نمبر ۱۳۹۸، شرح مجلۃ الاحکام ر ص ۴۴۵، بحث ونظر شمارہ ۳۳، ۳۴ ر ص: ۶۹، ۱۶۸)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ بچے کو کن صورتوں میں اپنے والد کا معاون محض سمجھا جائے گا، اور جب بچہ معاون ہو گا تو وہ کسی اجرت وغیرہ کا حقدار نہیں ہو گا اور جب بچہ معاون محض نہ بنے تو اس صورت میں وہ یا تو اجیر وملازم ہو گا یا شریک وپارٹنر۔

چند لوگوں کی کمائی یکجا ہو اور کمی وبیشی معلوم نہ ہو تو اس کا حکم

"زوج امرأۃ وابنها اجتمعا فی دار واحدۃ وأخذ کل منهما یکتسب علی حدۃ ویجمعان کسبهما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمییز فأجاب بأنه بینهما سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرأی الخ—وقدمنا أن هذا لیس شرکۃ مفاوضۃ مالم یصرحا بلفظها أو بمقتضیاتها مع استیفاء شروطها" (۶ ر ۲، ۵ طبع زکریا)۔

(کسی عورت کا خاوند اور عورت کا بیٹا دونوں ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوں اور علیحدہ علیحدہ کماتے ہوں اور دونوں اپنی کمائی ایک ساتھ رکھتے ہوں اور کمی زیادتی اور برابری معلوم نہ ہو اور دونوں کی کمائی الگ الگ کرنا بھی مشکل ہو اس کے بارے میں صاحب فتاوی خیریہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ جمع کی ہوئی کمائی دونوں کے درمیان برابر برابر ہوگی، اگر چہ وہ لوگ صنعت اور رائے میں مختلف ہوں، اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں ہوگی جب تک کہ شرکت مفاوضہ کے لفظ کے ساتھ یا اس کے مقتضیات مع شروطہا کے ساتھ دونوں نے صراحت نہ کی ہو)۔

والد کی وفات کے بعد بھائیوں کا ایک ساتھ رہ کر ان کے کاروبار وغیرہ کو بڑھانے کا جو عرف ورواج ہے اس کا حکم

کسانوں وغیرہ میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی اولاد کے ترکہ پر بلا تقسیم کے برقرار رہتی ہے اور اس میں عمل کرتی ہے، کھیتی باڑی، خرید وفروخت اور لین دین وغیرہ کا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی اولاد میں سے بڑا ان کے تمام اہم امور کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور وہ لوگ اس کے پاس اس کے حکم سے کام کرتے ہیں، اور ان سارے امور میں ہر ایک امر مطلق اور تفویض کے طور پر ہوتا ہے، لیکن لفظ مفاوضہ کی صراحت اور اس کے تمام مقتضیات بیان نہیں کئے جاتے، باوجودیکہ اکثر ترکہ یا پورا کا پورا ترکہ ایسا سامان ہوتا ہے جس میں شرکت عقد صحیح نہیں ہے، اور اس کے شرکت مفاوضہ (یعنی مال میں تمام شرکاء برابر ہوں اور تصرفات میں صراحتا ایک دوسرے کے وکیل ہوں) نہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، برخلاف موجودہ زمانہ کے فتوے، جس کا فتوی دیا ہے ان لوگوں نے جن کو خبر نہیں ہے بلکہ یہ شرکت ملک ہے جیسا کہ ہم کو تنقیح فتاوی حامدیہ میں وضاحت سے بیان کیا ہے، پھر ہم نے اس کی صراحت فتوی حانوتی میں دیکھی کہ جب ان لوگوں کی کمائی ایک ہو اور ہر ایک نے جو کمایا ہے وہ علاحدہ علاحدہ نہ ہو تو تمام جمع شدہ مال ان لوگوں کے درمیان برابری کے ساتھ تقسیم ہوگا اگرچہ وہ لوگ صنعت اور رائے کثرت وصواب میں مختلف ہوں جیسا کہ صاحب فتاوی خیریہ نے بیان کیا ہے:

"يقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة و بيع و شراء واستدانه ونحوذلك وتارة يكون كبيرهم هو الذى يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضه ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة خلافا لما أفتى به في

زماننا من لا خبرة له بل هی شرکة ملک کما حررته فی تنقیح الحامدیة ثم رأیت التصریح به بعینه فی فتاوی الحانوتی فإذا کان سعیهم واحدا ولم یتمیز ماحصله کل واحد منهم بعمله یکون ماجمعوه مشترکا بینهم بالسویة وإن اختلفو فی العمل والرأی کثرة وصوابا کما أفتی به فی الخیریة"(شامی ۶/۴۷۸ طبع زکریا)۔

مال مشترک سے شریک کا صرف اپنے لئے خرید ہوئی چیز کا حکم

ایک ساتھ رہنے والے بھائیوں میں سے اگر کوئی بھائی مال مشترک سے صرف اپنے لئے کوئی چیز خریدتا ہے جبکہ ان کے درمیان صراحتاً توکیل اور عقد و شرکت کا معاملہ نہ ہوا ہو تو اس کا مالک تنہا خریدنے والا ہوگا، دوسرے بھائی اس میں شریک نہیں ہوں گے، البتہ اس کی خریداری میں جتنا سرمایہ کا حصہ دوسرے بھائیوں کا لگا ہے وہ خریدار کے ذمہ واجب الادا ہے۔

"وما اشتراه أحدهم لنفسه یکون له یضمن حصة شرکائه من ثمنه إذا دفعه من المال المشترک"۔

شرکت میں رہتے ہوئے قرض لینے کا حکم

اگر چند مشترک طور پر رہنے والے بھائیوں میں سے کسی نے قرض لیا ہے تو اس کا مطالبہ بھی تنہا اسی سے کیا جائے گا، "وکل ما استدانه أحدهم یطالب به وحده" (شامی ۶/۴۷۸)۔

دو بھائیوں میں لفظاً وصراحۃً وکالت کا معاملہ ہو تو اس کا حکم

ایک ساتھ رہنے والے چند بھائیوں وغیرہ کے درمیان اگر لفظاً وصراحۃً یہ معاہدہ ہوجائے کہ ان میں سے جو بھی اپنی کمائی سے کوئی چیز خریدے گا تو وہ تمام بھائیوں میں مشترک ہوگی۔

اس صورت میں معاہدہ میں شامل تمام بھائی ایک دوسرے کی طرف خریداری کے وکیل ہو جائیں گے، لہذا ان میں سے جو بھی خریداری کرے گا تو اس کی خریدی ہوئی چیز حسب معاہدہ تمام بھائیوں میں مشترک ہوگی، اگرچہ خریدنے والے نے صرف اپنی ہی نیت سے کیوں نہ خریدا ہو، اور اس خریداری پر آنے والے اخراجات بقدر حصہ داری سب پر تقسیم ہوں گے، لیکن اگر چند بھائی بلا کسی لفظی معاہدہ وغیرہ کے ایک ساتھ رہتے سہتے ہوں تو ان میں سے ہر شخص اپنی کمائی اور اپنے لئے خریدی ہوئی چیز کا تنہا وہی مالک ہوگا اس میں دوسرے بھائی کا حق نہیں ہوگا (شامی ۵/۲۱-۳۲)۔

اگر کسی سے کام لیا جائے اور اجرت طے نہ کی جائے تو اس کا حکم

صاحب اشباہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے کسی سے بازار میں اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے تعاون لیا اس کے بعد معاون نے اس سے اجرت کا مطالبہ کیا تو اس جگہ کے عرف وعادت کا اعتبار کیا جائے گا، اور ایسے ہی عرف وعادت کا اعتبار اس مسئلے میں بھی ہوگا کہ کوئی شخص کسی کو اپنی دکان میں کام کرنے کے لئے رکھا، اور صاحب درر نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ کسی نے اپنے غلام یا بیٹے کو کسی کاریگر کے پاس ایک متعین مدت تک کے لئے رکھا کہ وہ اس کو کاریگری سکھائے اور ہر مہینہ اس کی اجرت متعین کردے تو جائز ہے، اور اگر اجرت نہیں متعین کی تو کاریگری سکھلانے کے بعد کاریگر اور مولی دونوں نے ایک دوسرے سے اجرت کا مطالبہ کیا تو اس کام میں اس شہر کے عرف وعادات کا اعتبار رہوگا۔

"وفي الأشباه: استعان برجل في السوق لبيع متاعه فطلب منه أجرا فالعبرة لعادتهم وكذالو ادخل رجلا في حانوته ليعمل له، وفي الدرر دفع غلامه او ابنه لحائك مدة كذا ليعلمه النسج وشرط عليه كل شهر كذا جاز، ولولم يشترط فبعد التعليم طلب كل من المعلم والمولى أجرا من الآخر اعتبر عرف البلدة في ذلك العمل" (۹/۵۷-۵۸ طبع زکریا)۔

کسی سے کام لیا جائے اور اجرت نہ تو طے ہو نہ ہی اس کا عرف ہو تو اس کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنی رضا سے کسی کا کوئی کام کر دے اور اس کام پر اجرت وغیرہ لینے کا نہ تو عرف ہو اور نہ ہی اس کی کوئی اجرت متعین کی گئی ہو تو اس وقت اجرت کا استحقاق نہیں ہوگا۔

"إن المنافع لا تتقوم إلا بالعقد" (شامی ۸/۷۵-۲)۔

۱- مذکورہ صورت میں لڑکے کا شریک نہ ہونا تو متعین ہے کیونکہ اس صورت میں نہ تو شرکت عقد ہے اور نہ تو شرکت املاک، البتہ اس کا معاون یا ملازم ہونا یہ اس جگہ کے عرف پر موقوف ہے: "إن المنافع لاتتقوم إلا بالعقد" (شامی ۹/۵۸-۵۷)۔

"استعان برجل فی السوق بیع متاعه فطلب منه أجرا فالعبرة لعادتهم وکذا لو ادخل رجلا فی حانوته لیعمل له" (شامی ۹/۵۷-۵۸)۔

۲- اگر بچوں نے اپنے سرمایہ کا مالک والد کو نہ بنایا ہو تو یہ شرکت ملک ہے اور بچہ اپنے سرمایہ کے اعتبار سے شریک مانا جائے گا، کیونکہ معاون ہونے کی شروط ثلاثہ میں سے شرط ثانی مفقود ہے:

"ویوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معینا لأبیه: ۱-اتحاد الصنعة، ۲-فقد الأموال سابقا......ولم یکن معلوما للابن أموال، ۳-أن یکون الابن فی عیال أبیه الخ......لفقد الشرط الثانی" (المجلۃ دفعہ نمبر ۱۳۹۸)۔

۳- اس صورت میں کاروبار لڑکے کا ہوگا نہ کہ والد کا، کیونکہ اپنے والد کو اپنی دکان پر بیٹھانا اور تبرکا ان کے نام پر دکان کا نام رکھنا یہ نہ اسباب ملک میں سے ہے اور نہ اسباب شرکت میں سے۔

خلاصہ بحث

۱- مذکورہ صورت میں لڑکے کا شریک نہ ہونا تو متعین ہے کیونکہ اس صورت میں نہ تو شرکت عقد ہے اور نہ تو شرکت املاک، البتہ اس کا معاون یا ملازم ہونا یہ اس جگہ کے عرف پر موقوف ہے:

"إن المنافع لا تتقوم إلا بالعقد"(شامی ۸/۲۷۵)،"استعان برجل فی السوق بیع متاعه فطلب منه أجرا فالعبرة لعادتهم وکذا لو ادخل رجلا فی حانوته لیعمل له"(۹/۵۷،۵۸ طبع زکریا)۔

۲-اگر بچوں نے اپنے سرمایہ کا مالک والد کو نہ بنایا ہو تو یہ شرکت ملک ہے اور بچہ اپنے سرمایہ کے اعتبار سے شریک مانا جائے گا، کیونکہ معاون ہونے کی شروط ثلاثہ میں سے شرط ثانی مفقود ہے:

"ویوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معینا لابیه: ۱-اتحاد الصنعة، ۲-فقد الأموال سابقا......ولم یکن معلوما للابن أموال، ۳-أن یکون الابن فی عیال أبیه الخ......لفقد الشرط الثانی "(المجلۃ دفعہ نمبر ۱۳۹۸)۔

۳-اس صورت میں کاروبار لڑکے کا ہوگا نہ کہ والد کا، کیونکہ اپنے والد کو اپنی دکان پر بیٹھانا اور تبرکا ان کے نام پر نام رکھنا یہ نہ اسباب ملک میں سے ہے نہ اسباب شرکت میں سے۔

"أسباب الملک ثلاثة: ۱-ناقل کبیع وهبة، ۲-وخلافة کارث، ۳-واصالة وهو الاستیلاء الخ"(۱۰/۴۷)،"وأسباب الشرکة ضربان: ۱-شرکة ملک، ۲-شرکة عقد"(ملخصا من الدر المختار ۶/۲۶۶-۲۶۷)۔

۴-اس صورت میں وہ کمائی تنہا کمانے والے کی ملک ہوگی اور دوسرے بھائیوں کا اس میں شرعا کوئی استحقاق نہ ہوگا،"وماashتراه احدهم لنفسه یکون له"(۶/۴۷۸)۔

"کسب الأب من الزراعة والابن من صنعة الحذاء فکسب کل واحد منهما لنفسه ولیس للأب المداخلة فی کسب ابنه لکونه فی عیاله"(المجلۃ دفعہ نمبر ۱۳۹۸)۔

۵-جس نے اپنے سرمایہ لگایا ہے اس کاروبار کا ملک وہی ہوگا۔

"وماashتراه أحدهم لنفسه یکون له الخ"(۶/۴۷۸)۔

والد کی کمائی میں اولاد کی شرکت

مفتی محمد اشرف قاسمی سعادتی ☆

سوال:- والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا بعد میں بعض لڑکے والد کی خواہش پر اس کاروبار میں شریک ہو گئے اور الگ سے اپنا سرمایہ نہیں لگایا؟

جواب:- والد کے متروکہ کاروبار میں لڑکوں کی حیثیت عمومی حالات میں پارٹنر کی نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہاں شرکت کی بظاہر کوئی نوع متحقق نہیں، اور نہ ہی لڑکوں کو ملازم قرار دیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ والد کی طرف سے عموماً اجرت مقرر کر کے بطور ملازم ان کو نہیں رکھا جاتا ہے، اس لئے بچوں کو محض معاون قرار دیا جائے گا، جبکہ وہ بیٹا باپ کی کفالت میں ہو۔

مجلّہ کی دفعہ نمبر ۲۶۹ / میں کہا گیا ہے:

إذا عمل شخص في صنعة هو وابنه الذي في عياله فكافة الكسب لذلك الشخص وولده يُعد معيناً له (مجلة الأحكام العدلية ص/ ۲۶۹ رقم المادة ۱۳۹۸ / - قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

(اگر باپ اور اس کا بیٹا ایک کاروبار میں شریک ہو اور وہ بیٹا باپ کی کفالت میں ہو تو ساری کمائی باپ کی ہوگی، اور بیٹے کو محض معاون سمجھا جائے گا)۔

بیٹے کو باپ کا محض معاون قرار دینے کی تین شرطیں ہیں: جو مجلّہ کی شرح درر الحکام میں مذکور ہیں:

☆ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ۔

(۱) باپ اور بیٹے ایک ہی کاروبار میں شامل ہوں (۲) بیٹے کے پاس پہلے سے کوئی مال نہ ہو (۳) بیٹا باپ کی پرورش میں ہو۔

ویوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار الولد معینًا لأبیه؛ اتحاد الصنعة، فإن کان الأب مزارعًا والابن صانع أحذیة فکسب الأب من الزراعة والابن من صنعة الحذاء فکسب کل واحد منهما لنفسه ولیس للأب المداخلة في کسب ابنه لکونه في عیاله، وفقدان الأموال سابقاً إذا کان للأب أموال سابقة کسبها ولم یکن معلوماً للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فیعد الابن في عیال الأب، وأن یکون الابن في عیال أبیه؛ أما إذا کان الأب یسکن دارا والابن في دار أخریٰ وکسب الابن أموالا عظیمة فلیس للأب المداخلة في أموال إبنه

(درر الاحکام شرح مجلۃ الأحکام ص/۴۴۵ بحث ونظر خصوصی شمارہ، دارالقضاء کے فیصلے ص/۲۰۶)۔

(یعنی باپ کو بیٹے کا معاون قرار دینے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) باپ اور بیٹے کا کام ایک ہو۔لہٰذا اگر باپ کاشتکار ہو اور بیٹا جوتا ساز ہو، باپ کی کمائی کھیتی باڑی سے اور بیٹے کے کمائی جوتا سازی سے ہوتی ہو تو ہر ایک کی کمائی اس کی اپنی شمار ہوگی، باپ کو محض اس بنا پر بیٹے کی کمائی میں مداخلت کا کوئی حق نہ ہوگا کہ بیٹا باپ کی عیال میں ہے (۲) بیٹا پہلے سے اموال کا مالک نہ ہو، اگر باپ کے پاس پہلے سے مال ہو اور بیٹے کے پاس متعین مال نہ ہو اس طور سے کہ وہ اپنے مورث سے اموال معلوم کا وارث بنا ہو، تو بیٹا باپ کے عیال میں شمار ہوگا (۳) بیٹا باپ کی پرورش میں ہو، اگر باپ الگ مکان میں رہتا ہو اور بیٹا دوسرے مکان میں رہتا ہو اور بیٹے نے ڈھیر سارا مال کمایا تو باپ کو بیٹے کے اموال میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے)۔

علامہ شامیؒ نے بھی ان تینوں شرائط کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے قنیہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

"الأب وابنه یکتسبان في صنعة واحدة ولم یکن لهما شيء فالکسب

كله للأب، إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له" (ابن عابدین ردالمختار ۶/ ۵۰۲)۔

(باپ بیٹے ایک ہی کاروبار میں ہوں اور پہلے سے کچھ نہ ہو، تو پوری کمائی باپ کی شمار ہوگی اگر بیٹا باپ کی پرورش میں ہو، کیوں کہ اس صورت میں بیٹا باپ کا معاون خیال کیا جائے گا)۔

سوال:- بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا؟

جواب:-(۲) اگر بیٹوں نے اپنا سرمایہ لگایا تھا اور تفاوت و تساوی کا علم نہ ہو اور نہ ہی تمیز کی کوئی صورت ہو تو متروکہ مال ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگا۔

يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز، فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي (ابن عابدین ردالمختار ۶/ ۵۰۲)۔

(یعنی باپ بیٹے ایک گھر میں تھے لیکن دونوں الگ الگ کماتے تھے، تفاوت، تمیز، تساوی، کا کوئی علم نہیں، تو مال دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، اسی طرح اگر باپ کے متروکہ مال میں چند بھائی کاروبار کریں اور مال میں اضافہ ہو جائے، تو یہ سارا مال ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا، اگر چہ کام اور رائے کا اختلاف موجود ہو)۔

سوال:- لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے کاروبار شروع کیا لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا؟

(۳) جواب:- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے کیا ہو، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہو یا تبرکاً والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو کاروبار اور اس کے نتیجے میں حاصل شدہ ساری املاک کا مالک وہ لڑکا ہوگا، باپ کے وفات کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں کوئی

حق نہ ہوگا، اس لیے کہ کاروبار لڑکے نے اپنے سرمایہ سے شروع کیا ہے، اور باپ کی طرف سے لڑکے کی محض اعانت ہوئی ہے۔

سوال:-ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسروں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے؟

(۴) جواب:-ایک بھائی ،باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک رہا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے تو اس صورت میں یہ لڑکا جو باپ کے ساتھ شریک تھا یہ محض باپ کا معاون تھا ،بشرطیکہ تینوں شرطیں موجود ہوں ،یعنی اتحاد صنعت، فقدان الأموال سابقًا اور بیٹے کا باپ کی عیال میں ہونا۔لہٰذا باپ نے جو کچھ سرمایہ چھوڑا ہے، وہ اسی کی ملک ہوگا ،اور تمام لڑکوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگا، البتہ اس مسئلے میں مزید غور وفکر کی ضرورت ہے۔

کہ کیا بڑا بیٹا ہونا یا کسی اور وجہ سے باپ کا شریک کار ہونا اس کی محرومی کا باعث بن سکتا ہے جب کہ کھانا، پینا ایک ساتھ تھا تو باپ کے اموال سے بلکہ اس لڑکے کی محنت سے حاصل شدہ منافع سے ایک درجہ ان دوسروں لڑکوں نے بھی انتفاع کیا ہے پھر تقسیم میراث میں تسویہ بظاہر انصاف کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو کیا اجارہ فاسد قرار دیکر اجرت مثلیہ کا اسے حقدار قرار دے سکتے ہیں؟

سوال:-والد کا کاروبار ختم ہونے کے بعد اولاد میں سے کسی نے والد کی جگہ پر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا؟

(۵) جواب:-اولاد میں سے کسی نے باپ کی مملوکہ زمین یا کاروبار میں سرمایہ لگایا ہو، تو باپ کی وفات کے وقت جو کچھ تھا صرف اس میں سارے ورثاء برابر کے حقدار ہوں گے، اس کے ذریعہ جو بھی زائد آمدنی ہوئی ہے وہ اسی بیٹے کی شمار ہوگی جس نے اپنا انفرادی سرمایہ لگا کر اسے آگے بڑھایا، البتہ اس دوران مشترکہ حصہ سے انتفاع کیا ہے، اس لیے قبضے کے وقت سے

اب تک اجرت مثل طے کر کے اسے بھی باپ کا متروکہ شمار کیا جائے۔

وفي الخانية :زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب اللتي عليهم لا غير، فإن قالوا هم وامرأته بعد موته إن هٰذا استفدنا بعد موته فالقول لهم فإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب (ابن عابدین: ردالمختار ۶/ ۵۰۲)۔

(ایک شخص کے پانچ بیٹے اس کے گھر میں رہتے ہیں اور سب کے سب اسی کے زیر کفالت ہیں، اب اگر باپ بیٹوں میں سامان کی بابت اختلاف ہو جائے تو وہ مال باپ کا ہی شمار ہوگا، اور بیٹوں کا حق صرف ان کپڑوں پر ہوگا جو ان کے جسم پر موجود ہیں، لیکن اگر شوہر اس شخص کے بیٹے یا اس کی بیوی، اس شخص کے مرنے کے بعد یہ دعویٰ کریں کہ ہمیں یہ مال اس کے مرنے کے بعد حاصل ہوا ہے، تو ان کا قول معتبر ہوگا، اور اگر یہ اقرار کریں کہ یہ چیز وفات کے دن موجود تھی تو وہ میراث میں سے شمار ہوگی۔

مسائل شرکت

مولانا محمد حذیفہ محمود☆

مذکورہ سوالات کے حل کے لئے مناسب ہے کہ پہلے اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات وذکر کردہ شرائط کو ذہن نشین کرلیا جائے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

"الأب وابنه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شئی فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عياله لكونه معينا له، ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون فی الأب ..... وفی الخانية: زوج بنيه الخمسة فی داره وكلهم فی عياله واختلفوا فی المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التی عليهم لا غير، فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته إن هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم وإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب (شامی ۶/ ۵۰۲)۔

ہندیہ میں ہے:

"أب وابن يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شئی فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عياله لكونه معينا له، ألاترى أنه لوغرس شجرة تكون للأب وكذا الحكم فی الزوجين إذا لم يكن لهما شئی ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة فهی للزوج وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب

☆ مدرس مدرسہ عربیہ تعلیم المسلمین دار العلوم لوناواڑہ گجرات۔

علی حدة فهو لنا"(۳۲۱/۲)۔

مجلۃ الاحکام میں ہے:

"إذا عمل أحد فی صنعة مع ابنه الذی فی عیاله فکافة الکسب لذلک الشخص وبعد ولده معینا کما أنه إذا غرس أحد شجراً فأعانه ولده الذی فی عیاله فیکون الشجر لذلک الشخص ولا یشارکه ولده فیه، دررالحکام میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "یوجد ثلاثة شروط لأجل اعتبار والولد معینا لأبیه (۱) اتحاد الصنعة..... (۲) فقدان الأموال سابقا...... (۳) أن یکون الابن فی عیال أبیه" (۴۴۴/۳-۴۴۵ مادة، ۱۳۹۸)۔

مذکورہ بالا عبادات سے مستفاد ہوتا ہے کہ کاروبار میں والد کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو تین شرطوں کے پائے جانے سے بیٹا والد کا معین شمار ہوگا، پہلی شرط: کاروبار دونوں کا ایک ہی ہو، دوسری شرط: بیٹے کا پہلے سے کوئی مال نہ ہو، تیسری شرط: بیٹا باپ کی پرورش میں ہو، کھانا پینا، باپ کے ساتھ ہو۔

اس تمہید کے بعد سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، پس اگر شریک کار ہوتے وقت والد سے کوئی معاملہ ملازمت کا طے ہوا ہے تو اس کے مطابق عمل ہوگا اور اگر کوئی معاملہ اس قسم کا طے نہیں ہوا تو پھر جب کاروبار ایک ہے، لڑکے کا کوئی سرمایہ نہیں لگا اور لڑکا باپ کی پرورش میں ہے تو لڑکا باپ کا معاون شمار ہوگا اور ساری کمائی باپ کی ہوگی۔

دررالحکام میں ہے:

"إذا عمل أحد فی صنعة هو وابنه الذی فی عیاله واکتسبا أموالا ولم یکن معلوما أن للابن مالا سابقا فکافة الکسب لذلک الشخص ولایکون

لولده حصة في الكسب بل يعد ولده معينا وليس له طلب أجر المثل حتى أنه لو تنازع الأب في المتاع الموجود في بيته مع أولاده الخمسة الذين يقيمون معه في ذلک البيت وادعى كل منهم أن المتاع له فالمتاع للأب ولا يكون للأولاد غير الثياب التي هم لابسوها ما لم يثبتوا عكس ذلک .....إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم يكن معلوما للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فيعد الابن في عيال الأب" (درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۳/ ۴۲۵، مادۃ ۱۳۹۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

منتخبات نظام الفتاوی میں ہے:

"محمد اشرف کے تنہا والد کے ساتھ اخیر تک دوکان میں محض کام کرتے رہنے سے محمد اشرف کا دوکان میں شریک وسہیم ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ اولاد ایسے وقت محض والد کی معین ومددگار شمار ہوتی ہے، "كما صرح به الفقهاء" (۲/ ۲۱۳)۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

"اگر زید والدین کے ساتھ رہتا تھا اور رہنا سہنا، کھانا پینا ان کے ساتھ تھا اور ان کے ماتحت رہ کر کمائی ہوئی رقم سے زمین خریدی تو وہ جگہ والد کی شمار ہوگی اور اس میں والد صاحب کے تمام ورثہ حق دار ہوگا (۶/ ۱۵۹)۔

نیز لکھا ہے:

"باپ بیٹے سب مل کر ایک ساتھ ہی کاروبار کرتے ہوں، کھانا پینا ساتھ ہو تو ساری کمائی باپ کی شمار ہوگی، باپ کی وفات کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا تو للذكر مثل حظ الانثيين کے اصول پر تقسیم ہوگا (فتاوی رحیمیہ ۶/ ۱۶۰)۔

فتاوی دار العلوم میں ہے:

"جو بیٹا باپ کی عیال میں تھا اس کا کمایا ہوا مال واسباب باپ کے مکسوبہ میں شامل

ہوکر باپ ہی کی ملکیت ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد ترکہ میں شمار ہوگا، للہذا دونوں بیٹے اس میں برابر حصے کے حقدار ہیں" (۱۳/۷۸)۔

منتخبات نظام الفتاوی میں ایک مقام پر ہے:

"جب والد محترم زندہ تھے اور سب بھائی ان کے ساتھ ہی کام کرتے تھے تو والد صاحب تنہا سب کے مالک تھے" (۲/۲۵۹)۔

۲- والد کے کاروبار میں اپنا کچھ سرمایہ بھی لڑکے نے لگایا اور کام میں شریک ہوگیا اس صورت میں اگر سرمایہ لگاتے وقت شرکت کا معاملہ طے ہوا ہے تو اس کے مطابق لڑکا شریک ہوگا، اور اگر قرض کہہ کر دیا ہے تو وہ سرمایہ قرض شمار ہوگا، اور اگر زبانی طور پر شرکت یا قرض وغیرہ کی کوئی صراحت نہیں ہوئی مگر لڑکے کا مقصود سرمایہ لگانے سے باپ کی اعانت اور اس کے ساتھ حسن سلوک ہے تو پھر یہ اس کی طرف سے تبرع ہے، کل کاروبار والد کا ہوگا، اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہے، یعنی نہ کوئی صراحت ہے اور نہ ہی مقصد اعانت ہے تو پھر عرف یا قرینہ حال سے کوئی پہلو طے کیا جائے گا۔

۳- جب کاروبار لڑکے نے اپنے سرمایہ سے شروع کیا ہے، چاہے دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہے یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں کاروبار لڑکے ہی کا شمار ہوگا، ساری کمائی اسی کی ہوگی، کیوں کہ لڑکے کے معاون کہلانے کے لئے شرط یہ ہے کہ سرمایہ باپ کا ہو نہ کہ لڑکے کا، جیسا کہ پہلے گذرا، "**إذا كان للأب أموال سابقة كسبها ولم يكن معلوما للابن أموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فيعد الابن في عيال الأب**" (درر الحکام ۳/۴۴۵، مادہ ۱۳۹۸) اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے، سرمایہ لڑکے کا ہے، نہ کہ باپ کا پس اس صورت میں بیٹا اصل ہوگا اور باپ معین ہوگا اور کاروبار کا مالک بیٹا ہوگا، والد کو دوکان پر بٹھانے یا ان کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

''کسی مصلحت کی وجہ سے دوسرے کے نام مکان جائداد خریدی جائے تو محض ان کے نام پر خریدنے کی وجہ سے وہ شخص اس مکان اور جائداد کا مالک نہ ہوگا، جس کے ساتھ سودا ہوا ہے، جس نے رقم ادا کی ہے، وہی اس کا مالک ہوگا'' (۵۳۱/۱۰)۔

۴۔ جس بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا وہ والد کا معاون شمار ہوگا، اس لئے کاروبار سے حاصل شدہ تمام مال والد کی ملکیت ہوگی جس میں والد کی وفات کے بعد تمام ورثہ شریک ہوں گے، اور جن دوسرے بھائیوں نے دوسرے ذرائع معاش اختیار کئے ہیں ان کی کمائی کے وہ تنہا مالک ہوں گے، سبھوں کے درمیان مشترک نہیں ہوگی، کیوں کہ اتحاد صنعت یعنی کاروبار ایک نہیں ہے، چاہے کھانا، پینا ایک ہے۔

درر الحکام میں ہے:

"فإذا كان الأب مزارعا والابن صانع أحذية فكسب الأب من الزراعة والابن من صناعة الحذاء، فكسب كل واحد منهما لنفسه وليس للأب المداخلة في كسب ابنه لكونه في عياله، وقول المجلة "مع ابنه" إشارة لهذا الشرط، مثلاً إن زيداً يسكن مع أبيه عمرو في بيت واحد ويعيش من طعام أبيه وقد كسب مالا آخر فليس لإخوانه بعد وفاة أبيه إدخال ما كسبه زيد في الشركة" (۴۴۵/۳، مادۃ ۱۳۹۸)۔

تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ میں علامہ شامی نے لکھا ہے:

"سئل في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالا، مات: هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته؟ أجاب هي للابن تقسم بين ورثته.... حيث كان له كسب مستقل" (۱۷/۲ از حاشیہ محمودیہ جدید ۴۱۱/۲۰)۔

ہاں! البتہ دوسرے ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائیوں میں سے کسی نے یا سبھوں نے اپنی کمائی یا تنخواہ میں سے کچھ یا سب کچھ باپ کے حوالہ کردیا تھا، باپ کو اعانۃً یا ھبۃً

دے دیا تھا تو وہ دیا ہوا سب کچھ باپ کا ہوگا، فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

"باپ بیٹے ایک ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک اپنی ماہانہ تنخواہ اپنے والد کو حوالہ کر دیتا ہے تو اس صورت میں جمع شدہ رقم سے جو مکان زمین وغیرہ خریدا گیا ہے وہ سب باپ کی شمار ہوگی" (۱۶۰/۹)۔

اسی طرح اگر ان دوسرے ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائیوں نے اپنی کمائی علاحدہ جمع نہیں کی بلکہ تمام نے اکٹھا ایک ساتھ رکھی تو پھر یہ سب جمع شدہ اموال ان تمام کے درمیان مشترک ہوں گے، تمام کے درمیان مساوات سے تقسیم کیے جائیں گے۔

دررالحکام میں ہے:

"لو كان اثنان يسكنان في دار وكل منهما يكسب على حدة وجمعا كسبهما في محل واحد ولم يعلم مجموعه لمن كما أنه لم يعلم التساوي ولا التفاوت فيه فيقسم سوية بينهما ولو كان مختلفين في العمل والرأي" (۴۲۵/۳، مادۃ ۱۳۹۸)۔

شامی میں ہے:

"زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية" (۵۰۲/۶)۔

۵- والد کا کاروبار کسی وجہ سے ختم ہوگیا اور کاروبار کی جگہ پر اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، پس اگر لڑکے کا مقصود اس سے والد کی اعانت کرنا تھا تو وہ لڑکے کی طرف سے تبرع ہے، اور کاروبار والد کی ملکیت ہوگا اور اگر مقصود اعانت نہ تھا تو پھر یہ کاروبار اس لڑکے کی ملکیت ہوگی جس نے اپنا سرمایہ لگا کر دوبارہ کاروبار شروع کیا، کیوں کہ کاروبار والد کا شمار ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سرمایہ باپ کا ہو، نہ کہ لڑکے کا،

جیسا کہ گذرا: "یوجد ثلاثة شروط لاعتبار الولد معینا لأبیه (۱) اتحاد الصنعة، (۲) فقدان الأموال سابقا، إذا کان للأب أموال سابقة کسبها ولم یکن معلوما للابن اموال بأن ورث من مورثه أموالا معلومة فیعد الابن فی عیال الأب، (۳) أن یکون الابن فی عیال أبیه" (درر الحکام ۳/۴۴۵) اور یہاں سرمایہ لڑکے کا لگایا گیا ہے اور کاروبار شروع ہوا ہے، اس لئے یہ کاروبار لڑکے کی ملکیت ہوگا۔

الفتاویٰ الکاملیہ میں ہے:

"إذا کان الابن فی عیال أبیه ومعینا له یکون جمیع ما تحصل من الکسب لأبیه وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبیه إن کان شراءه لأبیه بإذنه لا یکون له الاختصاص بدون وجه شرعي بل هو خاص بالأب فان کان شراءه لنفسه ودفع ثمنه من مال أبیه بأذنه یکون خاصا به وبدل الثمن مضمون للأب"

(الفتاویٰ الکاملیہ کتاب الشرکۃ ۵۱، از حاشیہ فتاویٰ محمودیہ جدید ۱۴/۲۰۵)۔

اس عبارت سے دو باتیں مستفاد ہوئیں:

ایک یہ کہ بیٹا جو والد کے زیر پرورش اور اس کا معین ہو وہ باپ کے لئے باپ کے کہنے سے کوئی چیز خریدے تو وہ باپ کی ہوگی، پس زیر بحث صورت میں بھی بیٹے کا مقصود کاروبار کے لئے سرمایہ لگانے سے باپ کی اعانت تھا تو پھر یہ کاروبار باپ کا ہوگا۔

دوسری یہ کہ بیٹا جو والد کی زیر پرورش اور اس کا معین ہو وہ اپنے لئے کوئی چیز خریدتا ہے چاہے اس کی قیمت باپ کے مال میں سے ادا کرتا ہے، وہ بیٹا اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے، پس زیر بحث صورت میں لڑکا اپنے ہی سرمایہ سے اپنے لئے کاروبار شروع کرتا ہے، چاہے والد کے کاروبار کی جگہ پر ہو یا اسی کے نام سے ہو بدرجہ اولیٰ کاروبار اس کی ملکیت ہوگا۔

تیسرا باب

مختصر تحریریں

والد کے کاروبار میں بچوں کی شرکت کا ایک تجزیاتی مطالعہ

مولانا محمد قاسم مظفرپوری☆

اس سوالنامہ سے متعلق سوالات کے مختصر جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- خاندانی نظام اگر مشترک ہو اور والد نے کاروبار کے آغاز یا اثناء میں اولاد کی شرکت کی نوعیت کی صراحت یا تعیین نہیں کی اور پورا سرمایہ والد ہی کا رہا، تو جو اولاد بھی شریک کار رہے ان کی حیثیت معاون کی ہوگی اور اس حال میں چھوڑی ہوئی کل جائیداد وراثت کے اصولوں پر تقسیم ہوگی، دراصل اس مسئلہ کا تعلق کاروباری عرف وعادت سے ہے، اور یہ عرف وعادت مختلف زمانوں، علاقوں اور خاندانوں میں الگ الگ ہوتی ہے، مسلم معاشرہ میں اولاد کا اپنے والد کے کاروبار میں تعاون عموماً اخلاقی بنیادوں پر ہوتا ہے، اس لئے والد کے انتقال کے بعد عرفاً ان کی جائیداد مشترک مانی جائے گی، اولاد کو پارٹنر یا ملازم کی حیثیت نہیں دی جاسکتی، کیوں کہ نہ شراکت کا کوئی عقد ہوتا ہے اور نہ اجارہ کا، جب کہ اجارہ کی صحت کے لئے اجرت کا معلوم ہونا ضروری ہے: "ولا تصح حتی تکون المنافع معلومة والأجرة معلومة" (ہدایہ: ۳/۲۶۰)، اسی طرح پارٹنرشپ کے لئے بھی ایجاب وقبول ضروری ہے: شرکة العقود رکنها الإیجاب والقبول (حوالہ سابق) اور ان دونوں عقود کی یہ شرائط یہاں مفقود ہیں، اس لئے اولاد کو پارٹنر یا ملازم کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔

۲- اولاد نے اگر باپ کی اجازت سے اپنا سرمایہ کاروبار میں لگایا اور باپ بیٹے کے

☆ ناظم مدرسہ طیبہ منت نگر، مادھوپور، مظفرپور بہار

درمیان اس سرمایہ کے بارے میں کوئی واضح پالیسی متعین نہیں ہوئی تو عرفا وہ بھی کاروبار کو مستحکم کرنے کے لئے اس کا اخلاقی تعاون قرار دیا جاسکتا ہے، اور اگر باپ نے بیٹے کی اس رقم کے بارے میں کوئی وضاحت کی ہو تو اسے ہی بنیاد قرار دیا جائے گا۔

۳- جس لڑکے نے اپنے سرمایہ سے اپنی تجارت شروع کی، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا، یا والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا تو اسے باپ کی شہرت اور کاروبار کی دنیا میں اعتماد سازی کی حیثیت دی جاسکتی ہے، اس کی وجہ سے باپ کو اس تجارت میں شرعی پارٹنر نہیں قرار دیا جائے گا الا یہ کہ باپ بیٹے کے درمیان کوئی معاہدہ شرکت یا اجارہ کا ہوا ہو۔

۴- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا تعاون کیا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کئے جب کہ خورد ونوش کا نظام مشترک تھا، اور دوسرے بھائیوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، تو وہ کاروباران بھائیوں کی ذاتی ملکیت ہوگی، اور اگر والد نے سرمایہ دیا تھا تو پھر اسے مشترکہ سرمایہ قرار دینا چاہیے، تنہا ان کی ملکیت نہ ہوگی، البتہ جس بھائی نے والد کا ہاتھ بٹایا وہ اس کا اخلاقی تعاون سمجھا جائے گا، اور والد کی حاصل کردہ ذرائع آمدنی پر سبھوں کی ملکیت ہوگی اور وراثت کے اصولوں پر اس کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

۵- والد کے کاروبار کے ختم ہونے کے بعد اسی جگہ پر اسی نام سے کسی لڑکے نے اپنا سرمایہ لگا کر اپنا کاروبار شروع کیا، تو اس کاروبار پر اس لڑکے کی ملکیت ہوگی، وہ جگہ اگر والد کی ہو اور وہ زندہ ہوں تو وہ اس کے اجرت مثل کے مستحق ہوں گے۔

میری ناقص رائے کے مطابق اس پورے سوالنامہ میں عرف وعادت کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جائے گا جب کہ کوئی واضح پالیسی موجود نہ ہو، یہ بھی واضح رہے کہ کسب معاش کے باب میں مختلف ذرائع مکاسب کے عرف وعادت اور رواج وتعامل جدا جدا ہیں، بلکہ بعض خاندانوں اور فیملی میں بھی مشترکہ خاندانی نظام کے بارے میں الگ الگ طریقہ مروج ہے، عام طور پر مسلم معاشرہ میں شوہر وبیوی، بیٹے وبیٹیاں، بھائی اور بہن کے درمیان ایثار وہمدردی اور تعاون باہمی کا

ایسا جذبہ ہوتا ہے کہ املاک واثاثہ جات کی تقسیم وتعیین کو اہمیت نہیں دی جاتی، جس کے نتیجہ میں بعض دفعہ نزاعات کا دروازہ کھل جاتا ہے، اس طرح کے معاملات میں قاضی شریعت کو متنازع فیہ امور میں باریک بینی سے عرف وعادت اور خاندانی مروجات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے، آیت قرآنی: "للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن" (النساء: ۳۲) کے نص سے بھی بظاہر یہی مستفاد ہوتا ہے۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

آج ہمارے معاشرہ میں والد کی وفات کے بعد اولاد کے درمیان باپ کی متروکہ جائداد کی تقسیم کے سلسلے میں جو مختلف پیچیدگیاں اور بڑے بڑے نزاع اور باہمی خلفشار ہوتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ دراصل صورت حال کی ابہام اور غیر واضح ہونا ہی ہوتا ہے، ایک طویل عرصہ تک فیملی ایک ساتھ جوائنٹ رہتی ہے سب کا کھانا پینا رہنا سہنا ساتھ رہتا ہے اور ساری ضروریات کا مہیا کرنا اور سب ہی لوگوں کے لوازم زندگی کی تکمیل باپ کرتا رہتا ہے اور کچھ اولاد باپ کے ساتھ شریک عمل ہو کر اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتی ہے، کچھ اسی کاروبار کے پیسوں سے تعلیم وہنر کی تحصیل میں لگی رہتی ہے، پھر اسی کاروبار سے مزید کچھ جائیدادیں بھی حاصل کی جاتی ہیں، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اولاد تو زندگی بھر باپ ہی کا شریک رہ جاتا ہے اور بعض کسی علم وہنر میں باکمال بن کر یا تو مستقبل میں معاشی طور پر مضبوط بن جانے کا اہل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے معاشی ترقی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے یا پھر وہ الگ تھلگ مستقل ذریعہ معاش ملازمت تجارت یا کوئی دوسرا پیشہ ورانہ کام کرنے بھی لگتا ہے اور اس کی کمائی الگ بھی کلا یا جزءاً جمع ہونے لگتی ہے، اور فیملی تاہنوز جوائنٹ ہی رہتی ہے اور اب تک کسی بھی اولاد کی کسی حیثیت کا تعین نہ ہو کر پوری صورت حال غیر واضح اور مبہم مبہم سی بنی رہتی ہے، اور اب والد کی وفات کے بعد اسی ابہام کے نتیجے میں کبھی کسی لڑکے کی اولاد یعنی پوتے کی محرومی جیسا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو کبھی کسی

☆ جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتا مڑھی بہار۔

اولاد کے بہت زیادہ نفع اور کسی کے بے حد ضرر نقصان میں رہ جانے کا سوال پیدا ہونے لگتا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ صورت حال ہی مزاج شریعت اور اسلاف کے طرز عمل کے خلاف ہوتی ہے، اس لئے اولاً مناسب بات یہی ہوگی کہ اکیڈمی کی جانب سے باتفاق علماء اس ضابطہ واصول کی تشہیر واشاعت ہو کہ جب کسی کی کوئی اولاد بالغ شادی ہو کر صاحب اولاد بن جائے تو کم از کم اب اس کی حیثیت کا تعین ضرور ہو جائے، خود باپ یا اس کا قائم مقام ولی وسرپرست بڑا بھائی، سب کے مشورہ واستمزاج کے بعد سب کی حیثیت واضح کردے کہ کون اجیر وملازم ہوگا کون شریک اور کون محض معاون، پھر کون اپنی علیحدہ مستقبل کمائی کا کس تناسب سے مکمل مالک ہوگا اور فیملی کس انداز سے جوائنٹ رہے گی یا مستقل، وغیرہ، سارے نزاع اور باہم خلفشار کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اگر سب کی حیثیتوں کا تعین ہو جائے۔

اس تمہید کے بعد عنوان بالا سے متعلق مرسلہ سوالوں کے باضابطہ جوابات ہمارے خیال میں درج ذیل ہیں:

۱، ۲- اگر فیملی جوائنٹ ہو سب کا کھانا پینا رہنا ساتھ ہو اور باپ کے بغیر سرمایہ والے کسی پیشہ وارانہ کام مثلاً دھلائی، سلائی، حدادی، زرگری یا یومیہ مزدوری وغیرہ جیسے کاموں میں، یا سرمایہ والے کسی تجارتی کاروبار میں عملی طور پر جو بھی اولاد شریک ہوگی، خواہ بغیر اپنا کوئی سرمایہ ملائے یا بہ اجازت ذالا سرمایہ ملا کر، بہر حال اس کام اور اس تجارت سے حاصل شدہ ساری کمائی اور پھر اس کمائی سے حاصل کردہ دیگر ساری جائیدادیں، باپ ہی کی مملوکہ سمجھی جائیں گی، اور مرنے کے بعد باپ ہی کی متروکہ بنکر اس کے جمیع ورثاء کے درمیان حصص شرعی کے مطابق تقسیم ہوگی، اولاد کی حیثیت محض معاون کی ہوگی۔

"لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب" (شامی ۳/۳۴۹)۔

اور جب بغیر مال کے ہونے والی کمائی باپ کی ہوتی ہے بیٹا محض معاون ہوتا ہے تو اگر مال بھی باپ کا ہی ہو، خواہ اس مال میں کچھ بھی بیٹا کا نہ ہو یا والد کی اجازت سے بغیر حیثیت کی وضاحت کیے کچھ حصہ مال بیٹا کا بھی شامل ہو جائے تب تو بدرجہ اولی، کمائی اور نفع کا مالک باپ ہی ہوگا، بیٹا محض ایک معاون رہے گا"۔

۳- اگر کسی بیٹے نے کسی طرح کچھ سرمایہ حاصل کر کے اپنے ہی سرمایہ سے اپنا کوئی کاروبار مستقلاً خود شروع کیا ہو تو گو دکان پر تبرکاً باپ کو بٹھاتا ہو اور ضمناً کبھی باپ عملاً کچھ تعاون بھی کر دیتا ہو، یا صرف باپ کے نام پر اپنی دکان کا نام رکھے ہوئے ہو، بہر صورت اس کاروبار کی کمائی اور منافع کا مکمل مالک خود وہی لڑکا ہوگا، باپ کی نہ تو اس میں کچھ شرکت ہوگی نہ ملکیت" فقہاء لکھتے ہیں: "والأصل أن الربح إنما يستحق عندنا بالمال أو بالعمل وأما بالضمان" (بدائع الصنائع ۶/ ۶۲)۔

۴- ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کا دوسرا ذریعہ مثلاً تجارت و ملازمت کو بنایا، فیملی گو جوائنٹ رہی کھانا پینا ساتھ ہوتا رہا، تاہم اوپر بدائع الصنائع کے حوالہ سے جو اصول لکھا گیا ہے اس کی روشنی میں اس صورت کا حکم تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ باپ کے عمل میں شریک بھائی کی کمائی تو باپ کی مملوکہ ہو کر اس کے ورثاء کے درمیان گویا مشترک ہوگی بعض ان دوسرے بھائیوں کی کمائی جن کے نہ تو عمل میں کوئی دوسرا بھائی یا باپ شریک ہوا، نہ مال میں، ان کی کمائیاں مشترک نہیں بلکہ تنہا انہیں کی ملکیت ہوگی، کھانے پینے وغیرہ میں اگر دوسرے بھائی یا باپ نے اس کو شریک بھی رکھا تو اس کا یہ تبرع و احسان ہوگا اور بس۔

۵- اگر والد کے کاروبار ختم ہو جانے کے بعد اسی مکان یا دوکان مملوکہ یا کرایہ پر حاصل کردہ، میں کسی اولاد نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے نیا کاروبار شروع کیا تو ظاہر ہے کہ صرف فرم و دکان کا نام کسی کے نام پر رکھ دینے سے تو کسی کی شرکیت و ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اس

لئے اس کاروبار کی ساری کمائی کاروبار کرنے والے کی ہوگی، والد کی شرکت نہیں ہوگی، البتہ اس صورت میں باپ کے مملوکہ مکان ودکان کو استعمال کرنے کے سبب مالک مکان کرایہ کا مستحق ہوسکتا ہے اب اگر معاملہ اجارہ واضح، اور اجرت ماہانہ یا سالانہ وغیرہ طے شدہ ہو تو حسب معاہدہ، ورنہ اجارہ فاسدہ کے سبب اجر مثل کا مستحق ہوگا، اور اگر وہ مکان ودکان کرایہ ہی پر حاصل کردہ ہو تو اصل مالک اجرت معہودہ یا اجر مثل کا مستحق کہلائے گا۔

اولاد کی والد کے ساتھ تجارت میں شرکت کے مسائل

شیخ سعید عبدالحفیظ حجاوی ☆

۱- اس صورت میں تجارت کی نوعیت کو دیکھا جائے گا، اگر سارے بچے یا اولاد اپنا مستقل اور الگ کام کرتے ہیں اور اصل سرمایہ والد کا لگا ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ شرکت مضاربت ہوگی، جہاں نفع کے تناسب سے ہر ایک کا حصہ ہوگا، اگر زیادتی اور کوتاہی کسی کی جانب سے نہ ہو اور خسارہ ہو جائے تو اسے رأس المال برداشت کرے گا، اور بیٹے معاون سمجھے جائیں گے۔

۲- مال اور جسم کی شرکت کی وجہ سے یہ صورت شرکت عنان کی ہے، اور رأس المال میں اپنے حصہ کے مطابق ہی ہر ایک کا حصہ ہوگا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ رأس المال میں شرکت ہو اور تمام لوگ ماہانہ متعینہ طور پر تنخواہ دار کی حیثیت سے شریک ہوں اور اس پر سب متفق بھی ہوں، مزید یہ کہ نفع کا تناسب رأس المال میں شرکت کے اعتبار سے ہو۔

۳- اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یا تو والد بحیثیت مضارب شریک ہوں گے اور نفع کے تناسب سے ان کا حصہ ہوگا، اور اگر زیادتی اور کوتاہی اکثر نہ ہوتی ہو تو خسارہ اور نقصان بھی برداشت نہیں کریں گے۔ دوسرا یا تو والد کو ماہانہ بطور اجرت تنخواہ ملے گی یا نفع کے حساب سے تنخواہ ملے گی۔

۴- جب تمام لوگ ایک ہی خاندان میں ایک ساتھ رہتے ہوں تو سارے مال میں وہ

☆ مدیر عام برائے تنظیم آل بیت، اردن۔

سب شریک ہوں گے، اور یہ والد کی ترتیب کے اعتبار سے ہوگا۔ بایں طور کہ وہ بیٹا جو والد کے ساتھ ایک متعین مدت سے ساتھ کام کرر ہا تھا تو اس کو اس کے نام سے ماہانہ الگ سے تنخواہ دی جائے، یا پھر اس بیٹے کے لئے نفع میں سالانہ الگ سے کچھ مقرر کر دیا جائے۔

۵- اگر وہ جگہ کسی کی ذاتی ملکیت میں ہو یا کرایہ کی ہو، تو اب از سر نو تجارت کرنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ مکان کی اجرت مالک کو عطا کرے، اب مالک خواہ والد ہوں یا کوئی دوسرا، اگر وہ جگہ نہایت پسندیدہ ہو اور تجارت بہت مشہور ہو تو پھر اس شہرت اور زمان و مکان کے رائج عرف کے مطابق خالی کرنے کا مطالبہ درست ہوگا، اور کرائے کے عقد کی وہ شرطیں جو اسلامی شریعت کے خلاف نہ ہوں لگائی جاسکتی ہیں۔

کاروباری معاملات میں والد اور اولاد کی شرکت کا اسلامی نقطہ نظر

مولانا شیر علی گجراتی ☆

سوال- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے؟ پارٹنر کی، ملازم کی یا معاون کی؟

جواب- ایسے لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوگی اس لئے کہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ سے آج تک یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ اولاد باپ کے ساتھ رہتی ہو اور کچھ اولاد کام کرتی ہو اور کچھ نہ کرتی ہو تو وہ کمائی باپ کی شمار ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لو دفع إلى ابنه مالا يتصرف فيه الابن يكون للأب إلا إذا دلت دلالة على التمليك كذا في الملتقط (عالمگیری ۴؍۳۹۲)۔

(اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کو مال دیا پھر بیٹے نے اس مال میں تصرف کیا تو وہ مال باپ کی ملکیت شمار ہوگا، مگر جب کہ تملیک پر کوئی دلیل قائم ہو)۔

جب باپ اس مال میں تصرف کرنے میں شریک نہیں بلکہ سارا تصرف بیٹا کر رہا ہے تب بھی وہ مال باپ کے لئے ہوگا، تو جب باپ بیٹا دونوں تصرف کریں گے بدرجہ اولی باپ کے

☆ دار العلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات۔

لئے ہوگا۔

رجل دفع إلى ابنه في صحته مالاً يتصرف فيه ففعل وكثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له، وإن دفع إليه لأن يعمل فيه للأب فهو ميراث كذا في جواهر الفتاوىٰ۔

قال لولده الصغير تصرف في هذه الأرض فاخذ يتصرف فيها لا تصير مالكاً (عالمگیری ۴/۳۹۲)۔

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة لم يكن لها مال فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له إلا أنه لو غرس شجرة تكون للأب (عالمگیری ۲/۳۲۹)۔

سوال: اگر یہی صورت ہو لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب- اگر بچوں نے اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو تب بھی ملکیت باپ کی ہوگی بچوں کے باپ کے تابع ہونے کی وجہ سے، نیز صحابہ کرام کے زمانہ سے تعامل بھی چلا آرہا ہے، کہ کچھ اولاد کام کرتی ہو اور کچھ نہیں اور باپ کے ساتھ رہنا سہنا کھانا پینا وغیرہ ہو تو تمام بھائی متروکہ مال میں برابر کے شریک ہوتے ہیں لہٰذا یہ مال بھی باپ کا ہوگا اور تمام بھائی باپ کے مرنے کے بعد اس مال میں برابر کے شریک ہوں گے۔

سوال: اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہو لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہو یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب- اگر کھانا پینا وغیرہ سب کچھ والد کے ساتھ ہو تو کاروبار باپ کا ہوگا اور والد کے بعد تمام بھائی اس میں شریک ہوں گے، لیکن اگر کھانا پینا وغیرہ ساتھ نہ ہو تو کاروبار لڑکے کا شمار ہوگا، اور اگر باپ پابندی سے نہ بیٹھتا ہو اور باپ کے ساتھ اجرت کی بات کی ہو

تو اجرت کا مستحق ہوگا اور بعد میں تمام بھائی اس اجرت میں شریک ہوں گے اور تبرکا والد کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ مال صرف اسی لڑکے کی ملکیت ہوگی۔

سوال: اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، جب کہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

جواب۔ جس لڑکے نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا ظاہر ہے کہ وہ باپ کا معاون ہوگا اور دوسرے بھائیوں کا کھانا پینا سب ساتھ ہے تو اس کی کمائی بھی باپ کی ہوگی۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

وفی الخانیة زوج بنیه الخمسة فی داره و کلهم فی عیاله فاختلفوا فی المتاع فهو للأب وللبنین الثیاب التی علیهم لا غیر (شامی ۶/۵۰۲ کتاب الشرکة)۔

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

زید کنوارے پن میں والدین سے الگ رہتا تھا اور اس نے اپنی سمجھ اور کمائی سے زمین خریدی تھی تو اس کا وہ خود مالک ہوگا، لیکن اگر زید والدین کے ساتھ رہتا تھا اور اس کا رہنا سہنا کھانا پینا ان کے ساتھ تھا اور ان کے ماتحت رہ کر کمائی ہوئی رقم سے زمین خریدی ہے تو وہ جگہ والد کی شمار ہوگی اور اس میں والد صاحب کے تمام ورثاء حقدار ہوں گے (فتاویٰ رحیمیہ ۵/۱۵۹)۔

سوال۔ اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار کو شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگا یا والد کی؟

جواب۔ اگر کاروبار کی جگہ والد کی ہو اور والد کے ساتھ رہنا سہنا ہو تو اس صورت میں

یہ کاروبار والد کا شمار ہوگا اور اگر والد کے ساتھ رہنا سہنا نہ ہو یا دوسرے کی جگہ ہو اور لڑکا اس کا کرایہ دے رہا ہو، تو اس صورت میں کاروبار لڑکے کا ہوگا۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر لڑکا مرجائے تو باپ وراثت کا مستحق ہوگا، اگر باپ کا مال ہوتا تو باپ وراثت کا مستحق نہ ہوتا بلکہ کل مال باپ کا ہوتا۔

کاروباری لین دین میں والد اور اولاد کی شرکت

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱- اگر والد نے اپنے کاروبار کا آغاز اپنے سرمایہ سے کیا بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی حیثیت نہ پارٹنر کی ہوگی اور نہ ہی ملازم کی، بلکہ وہ باپ کے معاون مانے جائیں گے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے قنیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے: **الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له** (۴/۳۹۷ شامی دارالکتب ایڈیشن)۔

گویا فقہاء نے اس صورت میں بیٹے کو باپ کا شریک نہیں مانا بلکہ معین ومددگار مانا، علامہ شامی نے اس پر ایک نظیر پیش کی: **ألا لو غرس شجرة تكون للأب** (شامی ۴/۳۹۷)۔

۲- اگر یہی صورت ہو لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی لگایا ہو تو اس صورت میں طے شدہ حصہ کے بقدر نفع کے حقدار ہوں گے، اور طے شدہ حصہ کے بقدر وہ باپ کے کاروبار میں شریک یعنی پارٹنر ہوں گے، یہ صورت شرکت عنان کے قبیل سے ہوگی، اور شرکت عنان بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۷۹۶)۔

شرکت عنان میں نہ تو مال میں مساواۃ شرط ہے اور نہ ہی کام میں اس لئے ہوسکتا ہے

☆ مفتی دار العلوم مئو۔

کہ شرکاء میں سے ایک کا مال دوسرے سے زیادہ ہو، مال کی کمی بیشی کے باوجود اگر ان لوگوں نے طے کرلیا کہ نفع میں برابر رہیں گے اس کی بھی گنجائش ہے، نفع ان کے درمیان ان کی طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوگا، البتہ خسارہ رأس المال کے حساب سے ہوگا، اس لئے کہ قاعدہ ہے: الربح علی ما شرطا والوضیعة علی قدر المالین (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۷)۔

۳- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے سرمایہ سے شروع کیا لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا تو اس صورت میں کاروبار کا مالک تنہا لڑکا ہوگا، محض والد کو دوکان پر بٹھانا یا والد کے نام پر دوکان کا نام رکھنا والد کے کاروبار میں شریک ہونے کی بنیاد نہیں بن سکتا، کیونکہ شرکت نام ہے دو شرکاء کے درمیان ایسے معاہدہ کا جو رأس المال اور ربح میں کیا جائے، قالت الحنفیة: الشرکة عبارة عن عقد بین المتشارکین فی رأس المال والربح (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۷)۔

۴- اس صورت حال میں دوسرے بھائیوں کے الگ کسب معاش کے ذرائع اپنانے کی صورتیں متعدد ہیں:

۱- والد نے پیسوں کا بندوبست کر کے لڑکے کو کمانے کے لئے باہر بھیجا، جیسے آجکل بہت سارے باپ اپنے لڑکوں کو ملک میں معاشی پریشانی کی وجہ سے دوسرے ملک بھیجتے ہیں اور اس کے لئے لمبا خرچ برداشت کرتے ہیں ان کی ساری ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں تو ایسی صورت میں کھانا پینا جب تک ایک ساتھ ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ لڑکا باپ کے ماتحت ہے اور اس کی آمدنی باپ کی ملک ہوگی اور وہ باپ کا معاون سمجھا جائے گا وہ اپنی کمائی کا تنہا مالک نہیں ہوگا، البتہ اتنی سہولت ضرور ہونی چاہئے کہ باپ بھی اس کی ذاتی ضروریات میں توسیع برتے اور ایک ایک پیسہ کا حساب نہ لے، البتہ اس صورت میں جب وہ اپنا کھانا پینا الگ کرے اور باقاعدہ الگ ہونے کا اظہار کردے تو اس کے بعد وہ الگ مانا جائے گا اور اپنی کمائی کا وہ خود مالک ہوگا۔

۲-کسب معاش کا الگ ذریعہ اپنانے کی دوسری شکل یہ ہے کہ کچھ بھائی یا کوئی لڑکا باپ کے کاروبار سے الگ اپنا کاروبار کرتا ہو اور کھانا پینا، رہنا سہنا باپ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں اگر کاروبار میں لگی ہوئی پونجی باپ نے نہیں فراہم کی ہے لڑکے نے خود کہیں سے حاصل کیا ہے تو اس صورت حال میں وہ اپنی کمائی کا خود مالک ہے اور کھانے پینے کے خرچ میں معاہدہ کے مطابق حصہ دار ہوگا، البتہ اگر پونجی باپ نے فراہم کی ہے تو وہ کاروبار بھی باپ کا مانا جائے گا اور ساری کمائی باپ کی ہوگی۔

۳-کسب معاش کا الگ ذریعہ اپنانے کی تیسری شکل یہ ہے کہ کسی لڑکے کا کھانا پینا باپ کے ساتھ ہو اور وہ باقاعدہ کسی سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ میں ملازم ہو تو جب تک کھانا پینا مشترک ہے اس کی کمائی بھی مشترک ہے اپنی آمدنی کا وہ تنہا مالک نہیں ہے، مذکورہ صورت حال کی سب سے بڑی نزاکت یہ ہے کہ باپ کے ساتھ ہاتھ بٹانے والے لڑکے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ یعنی زمین جائداد نہیں بنایا، اپنی ساری توانائی باپ کی معاونت میں صرف کی، اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں وہ لڑکے بھی اپنے مکمل استحقاق کا دعوی کریں گے جنہوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اپنائے اور الگ سے سرمایہ اور جائداد بنائی، یہ لڑکا باپ کے انتقال کے بعد یہ محسوس کرسکتا ہے کہ باپ کے ساتھ رہ کر اور باپ کا تعاون کرکے مجھے مالی خسارہ ہوا ایسی صورت میں باپ کو چاہئے کہ اس لڑکے کو خسارہ سے بچانے کے لئے الگ سے کچھ عطیہ اور ہبہ کردے باپ اگر پہلے ہی سے ایسا کوئی بندوبست کرے تو اچھا ہوگا، باپ کے اس عمل کو حق الخدمۃ اور صلہ رحمی پر محمول کیا جائے گا، ناانصافی اور عدم مساوات پر محمول کرنا نامناسب ہوگا۔

۵- اگر کسی وجہ سے باپ کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو موجود ہو اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو وہ کاروبار اسی لڑکے کی ملک ہوگا، دوسرے بھائی اس میں حصہ کی دعویداری نہیں کرسکتے، کیونکہ شرکت ثابت ہونے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ موجود نہیں، قالت

الحنفية : الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين في راس المال والربح (فقہ الاسلامی وادلتہ ۴ر۷۹۴)۔

اسی طرح باپ بھی اس کاروبار کا مالک نہ ہوگا کیونکہ اس کی شرکت بھی معدوم ہے ہاں اتنا ہوسکتا ہے کہ کاروبار کی جگہ اگر باپ کی ملک ہو تو بیٹے سے اس کا کرایہ لینے کا حقدار ہے اور اگر وہ جگہ کرایہ پر حاصل کی گئی ہو تو کاروبار کرنے والا بیٹا کرایہ داری کا مسئلہ اصل مالک سے طے کرے گا باپ کے انتقال کے بعد مملوکہ ہونے کی صورت میں دوسرے لڑکے بھی کرایہ میں شریک ہوں گے، یعنی کاروبار کرنے والے لڑکے کو باپ کی مملوکہ دکان کا کرایہ اپنے بھائیوں کے حصہ کے مطابق انہیں ادا کرنا ہوگا۔

والد کے کاروبار میں اولاد کی شرکت

مولانا سلطان احمد اصلاحی☆

اس سوالنامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں میں مروجہ "مشترکہ خاندانی نظام" (Joint Family System) کے سلسلے میں ابھی بھی ہمارے علماء کرام کا ذہن صاف نہیں ہے، یہ خالص ہندوانہ نظام ہے اور کامرس اور تجارت سے متعلق کتابوں میں اس کا تذکرہ اسی حیثیت سے ہے، آخری محمدیؐ شریعت کے لحاظ سے یہ پورا نظام نظر ثانی کے قابل ہے، اس لئے سوالنامہ میں قائم کردہ سوالات سے آزاد ہو کر ہم اس مسئلہ کی الگ سے تنقیح کرتے ہیں جس سے ان سوالات کے جوابات اپنے آپ فراہم ہو جائیں گے۔

۱- اولاد کے بالغ اور شادی شدہ ہو جانے کے بعد ان کی علیحدہ رہائش کے ساتھ ان کے مالی معاملات بھی بالکل الگ اور آزاد ہو جانے چاہئیں، اولاد کے اوپر باپ کا حق ہے کہ ضرورت مند ہونے پر جسمانی خدمت کے ساتھ وہ اس کی مالی ضرورتوں کی تکمیل پر دھیان دے، عام حالات میں آدمی کو اپنے کسی قریبی عزیز کے یہاں بھی ملازمت نہیں کرنی چاہئے، چہ جائیکہ باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو اپنے یہاں ملازم رکھے، حدیث کی رو سے اولاد اور اس کا مال سب اسی کے باپ کا ہے، "أنت ومالک لأبيک"، اسی صورت [illegible] کاروبار میں شرکت کی صورت میں بیٹا کس بنیاد پر باپ کا ہاتھ پکڑے گا اور اسی پر مالی قدغن [illegible] کرے گا، حضرت عمر فاروقؓ اپنے بچوں کو ایک جگہ نہیں کھیلنے دیتے تھے اور ان کو الگ الگ رکھتے تھے کہ مبادا وہ ایک ساتھ کھیلنے

☆ ادارہ تحقیق و تصنیف علی گڑھ۔

میں لڑیں جھگڑیں اور قطع رحمی کے گناہ کے مرتکب ہوں، تو جب آپس میں بھائیوں کے معاملے میں بھی صلہ رحمی کے حوالہ سے اس ایثار کی ضرورت ہے، تو باپ کے ساتھ اولاد کا جو فاصلہ اور جو احترام ہونا چاہئے اس کا اندازہ اپنے آپ کیا جاسکتا ہے۔

۲- اس بناء پر باپ کی اپنے بیٹے کے ساتھ کاروبار میں صرف اسی صورت میں شرکت ہونی چاہئے جب کہ وہ اکلوتی اولاد ہو تا کہ باپ کے بعد وہ جائداد کا اکیلا مالک ہو، اور کئی بھائیوں کے ساتھ معاملات کے مشترک ہونے کے باعث جھگڑے اور نزاع کی جو صورتیں متوقع ہیں اس کا امکان کم سے کم رہے، یہ مطلب نہیں کہ پوری جائداد کا لڑکا اکیلا مالک ہو جائے اور بہن اور دیگر ورثہ کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہ ملے، شریعت کے مطابق وراثت کا مسئلہ الگ سے حل کیا جائے اور ہندوستان جیسے ملکوں میں اس کے لئے درکار قانونی مخطوطات الگ سے فراہم کئے جائیں، لیکن بیٹے کے ساتھ باپ کی کاروبار میں شرکت یا معاونت اسی مخصوص صورت میں ہو جب کہ اولاد نرینہ اکیلی ہو اور کاروبار کے حوالہ باپ اور بیٹے کے مابین نزاع اور کشمکش کا امکان کم سے کمتر ہو۔

۳- کئی بیٹے ہونے کی صورت میں شادی کے بعد ہر لڑکے کی الگ رہائش کے ساتھ کاروبار سمیت ہر ایک کے جملہ مالی معاملات علیحدہ اور ممتاز ہوں، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ کے مالی معاملات علیحدہ اور ممتاز تھے، چنانچہ ایک زوجہ مطہرہ کی طرف سے دوسری زوجہ مطہرہ کے پیالے کے توڑ دئے جانے کے بعد آپ ﷺ کی طرف سے اس کا باقاعدہ تاوان ادا کیا گیا تھا، حدیث وسیرت کے ذخیرے میں اس کی تفصیل ہے، تو جب ایک شخص کی کئی بیویوں کے مالی معاملات دوسرے سے علیحدہ اور ممتاز ہونے چاہئیں تو ایک باپ کے کئی بیٹوں کے مالی معاملات کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط اور گڈ مڈ کس بنیاد پر رکھا جاسکتا ہے، اس لئے ایک باپ کے کئی جوان بیٹوں کے کاروبار اور مالی معاملات بالکل ممتاز اور آزاد ہونے چاہئیں، باپ اپنے تجربے اور نگرانی سے اگر ان میں کسی کو یا سب کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ

ہوسکتا ہے، اولاد کی طرف سے اس کی مرضی کے علی الرغم کاروبار میں معاونت کا باپ کو پابند نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

۴-باپ کا اپنا جو قائم کردہ کاروبار ہے وہ اس کا ہے، جس سے وہ اپنی نابالغ اور کمسن اولاد اور اپنی بیوی ربیویوں کے علاوہ اپنی تفصیل کے مطابق اپنی بالغ اولاد نرینہ اور بالغ شادی شدہ بچیوں پر خرچ کرے گا، اس کی زندگی میں اس کی نرینہ اولاد اس کے کاروبار اور جائداد میں حصہ کی دعویدار نہیں ہوسکتی، باپ سے بڑھ کر اپنی اولاد کا دوسرا کوئی خیر خواہ نہیں ہوسکتا لیکن ہندوستان کے اس ہندوانہ عرف سے مسلمان معاشرے کو بچانے کی ضرورت ہے کہ باپ کی بڑی اولاد اس کی زندگی میں ہی جائداد اور کاروبار کی دعویدار بن کر کھڑی ہوجاتی ہے بلکہ اکثر وبیشتر صورتوں میں باپ کو معطل کرکے جملہ اختیارات کی خود مالک بن جاتی ہے، اس لئے جوان اولاد اگر باپ کو کمانے سے فارغ نہ کرسکے اور وہ اپنی مصلحتوں کے تحت اپنے کاروبار کو جاری رکھنے کا فیصلہ کئے ہوئے ہو تو باپ کے کاروبار کو خالص اس کا کاروبار مانا جائے، اولاد اس کی زندگی میں اس کے اوپر اپنی مرضی مسلط نہ کرے۔

۵-باپ اپنی گنجائش کے مطابق اپنی اولاد لڑکے رلڑکی کو دین ودنیا کی تعلیم دلائے، اسی طرح اس کی گنجائش بنے تو کاروبار میں کھڑا کرنے کے لئے اپنی اولاد کی مدد کرے، البتہ ان تمام معاملات میں اس کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ اس کا طریقہ اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کا رہے، اس مہم میں ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی ایک بچے پر نسبۃً زیادہ خرچ ہوجائے اور دوسرے پر اس سے کم خرچ ہو، گھر کے اندر اعتماد اور تسامح کا ماحول ہو تو اس سلسلے کی امکانی ناہمواریوں اور نابرابریوں کے مسئلہ کو آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے، باپ کی یہ ذمہ داری اپنی جگہ رہتی ہے کہ اس کی طرف سے دانستہ اپنے کسی بچے ربچی کے ساتھ بے انصافی اور جانبداری کا معاملہ نہ ہو۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت کا مسئلہ

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

ہمارے معاشرے میں عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ لڑکے بڑے ہو جانے کے بعد بھی اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، اس کے کاروبار میں پورے طور پر معاونت کرتے ہیں، اس کاروبار کو اپنا کاروبار تصور کرتے ہیں اور حسب استطاعت اس کو ترقی دینے کی سعی کرتے ہیں، والد ان کی جملہ ضروریات کی مکمل کفالت کرتا ہے اور جب تک حالات خوشگوار رہتے ہیں وہ یہی چاہتا ہے کہ یہ مشترکہ نظام برقرار رہے، لیکن والد کے انتقال کے بعد جب کبھی اس کاروبار کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو بڑے لڑکوں کا یہ احساس ہوتا ہے کہ کاروبار میں چھوٹے بھائیوں کی بنسبت ان کا تعاون زیادہ رہا ہے، اس لئے اسی تناسب سے انہیں زیادہ کا حقدار بھی ہونا چاہئے، پھر جب تمام بھائیوں میں اس کی مساویانہ تقسیم کی بات ہوتی ہے تو ان کے احساس کو ٹھیس لگتی ہے، اور اس میں اپنی حق تلفی محسوس کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بھائیوں کے درمیان فاصلے بڑھنے لگتے ہیں، اور کبھی کبھی ایسی نزاعی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ماضی کے تمام تعلقات پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں، فقہاء کرام نے اس مسئلے کی مختلف صورتیں بیان کر کے ان کے احکام بتائے ہیں۔

۱- اگر صورت حال یہ ہے کہ والد کا اپنا کاروبار ہے، لڑکے اس کے شریک کار تو ہیں مگر لڑکوں نے اس میں الگ سے اپنا سرمایہ نہیں لگایا ہے، تو یہ لڑکے باپ کے معاون متصور ہوں گے

☆ صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم، بنارس۔

اوروہ کاروبار باپ کا ہوگا، اوران کے بعد تمام بھائی اس کے برابر کے حقدار ہوں گے، ردالمحتار میں ہے:

الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معيناله (ردالمحتار ر ۵۰۲)۔

(باپ، بیٹا ایک صنعت میں کمائی کرتے ہیں اوران دونوں کے پاس کچھ نہ ہوتو پوری کمائی باپ کی ہوگی، بشرطیکہ بیٹا باپ کی معاشی کفالت میں ہو، اس وجہ سے کہ بیٹا باپ کا معاون ہے)۔

مذکورہ بالا عبارت میں "**إن كان في عياله**" کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لڑکا والد کے عیال میں نہ ہو، بلکہ اس کے کھانے پینے کا نظم علیحدہ ہواور والد کے کاروبار میں بحیثیت معاون شریک کار ہوتو اس کی نوعیت بدل جائے گی اور جس طرح عقد فاسد میں معاون اجر مثل کا مستحق ہوتا ہے یہ لڑکا بھی اجر مثل کا مستحق ہوگا، المبسوط للسرخسی میں ہے:

"**فإن احتطب أحدهما وأعانه الآخر فله أجر مثله على الذي احتطب لأنه استوفى منافعه بحكم عقد فاسد فيلزمه أجر مثله**" (المبسوط ۱۱/۲۱۶)۔

(اگر ایک آدمی نے لکڑی چنی اور دوسرے نے اس کی اعانت کی تو اس کو اس کی چنی ہوئی لکڑی پر اجر مثل ملے گا، اس وجہ سے کہ اس نے اس کے منافع عقد فاسد کے سبب حاصل کئے ہیں، لہٰذا اس کو اجر مثل لازم ہوگا)۔

عالمگیری میں ہے:

"**فإن عمل أحدهما وأعانه الآخر في جميع ما أخذه كان للمعين أجر المثل**" (عالمگیری ۳/۳۲۵)۔

(اگر ایک آدمی نے کام کیا اور دوسرے اس تمام حاصل شدہ شی میں اس کی اعانت کی تو معین کو اجر مثل ملے گا)۔

۲- اگر والد کا اپنا کاروبار ہے اور لڑکے اس میں شریک کار ہیں، مگر والد کی اجازت سے انہوں نے اس میں اپنا سرمایہ بھی لگایا ہے تو دیکھا جائے گا کہ انہوں نے اگر اپنا سرمایہ بغیر کسی معاہدہ کے لگایا ہے تو یہ ایک طرح کا تعاون ہوگا ورنہ حسب معاہدہ اس کاروبار کے حقدار ہوں گے، مبسوط میں ہے:

"إن الاستحقاق بعد صحة العقد بالشرط لا بنفس العمل" (المبسوط للسرخسی ۱۱/ ۱۵۸)۔

(صحت عقد کے بعد استحقاق کا ثبوت شرط سے ہوتا ہے نہ کہ نفس عمل سے)۔

اسی طرح المبسوط میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ دو مال باہم ملا دینے سے شرکت فی الملک ثابت ہو جاتی ہے:

"فإذا خلطا المالين على وجه لايمكن يتميز أحدهما عن الآخر فقد ثبتت الشركة في الملك فيبنى عليه شركة العقد" (المبسوط ۱۱/ ۱۵۲)۔

(اگر دو آدمی نے اپنے مال کو اس طرح ملا لیا کہ ایک کی دوسرے سے تمیز ممکن نہ ہو تو شرکت فی الملک ثابت ہو جائے گی، جس پر شرکۃ عقد کا مدار ہوگا)۔

اور شرکۃ ملک میں ہونے والے اضافے کے دونوں آدمی بقدر ملک حقدار ہوتے ہیں:

"ما يتولد من الزيادة يكون مشتركا بينهما بقدر الملك" (المبسوط ۱۱/ ۱۵۱)۔

(اور اس میں کا اضافہ دونوں کے مابین بقدر ملک مشترک ہوگا)۔

۳- اگر لڑکا والد سے علیحدہ ہو، اور اس نے اپنے سرمایہ سے ایک کاروبار کر رکھا ہو، اور اس دکان پر اپنے والد کو بٹھاتا ہو یا ان کے نام پر اس دکان کا نام رکھ دیا ہو تو یہ کاروبار لڑکے کا ہوگا خواہ اس کے والد اس کے ساتھ ہی رہنے لگے ہوں، کیونکہ اس کاروبار میں صرف لڑکے کا سرمایہ لگا ہوا ہے، باپ کی ملکیت کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں ہے، اس لئے یہاں شرکت کی کوئی بھی صورت

موجود نہیں ہے نہ شرکت ملک اور نہ شرکت عقد، والد اپنے لڑکے کے اس کاروبار میں صرف ایک معاون ہے۔

۴-اگر تمام لڑکے اپنے والد کے ساتھ ہیں ان کے درمیان علیحدگی نہیں ہوئی ہے، اور ان میں سے بعض اپنے والد کے کاروبار میں شریک کار ہیں اور بعض نے دوسرے ذرائع معاش اختیار کر لئے ہیں تو وہ سارے لڑکے والد کے معاون ہوں گے اور سارا مال والد کا ہوگا، نیز والد کے انتقال کے بعد تمام لڑکے اس مال کے حقدار ہوں گے، شامی میں ہے:

"وفي الخانية زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير" (شامی ۶/۵۰۲)۔

(فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ والد نے اپنے پانچ لڑکوں کی اپنے گھر میں شادی کی جب کہ وہ سب ان کی کفالت میں ہیں، پھر ان سبھوں کا سامان کے سلسلے میں اختلاف ہوگیا تو وہ سامان والد کا ہوگا، لڑکے صرف اپنے بدن کے کپڑے کے مالک ہوں گے)۔

۵-اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ کی، موجود ہو، اور اسی لڑکے نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو یہ کاروبار لڑکے کا ہوگا اور وہ مملوکہ جگہ والد کی ہوگی، اور کرایہ کی دوکان کے سلسلے میں والد کی جانب سے ادا شدہ پیشگی رقم بھی والد کی ہوگی، اور تمام بھائی والد کے بعد اس کے حقدار ہوں گے۔

والد کے کاروبار میں بیٹوں کی شرکت

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا پھر اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو ایسے لڑکے والد کے معاون ہوں گے، فتاوی رحیمیہ میں ہے: ''باپ بیٹے سب مل کر ایک ساتھ ایک ہی کاروبار کرتے ہوں، کھانا پینا بھی ساتھ ہو تو ساری کمائی باپ کی شمار ہوگی، باپ کی وفات کے بعد ترکہ ''للذکر مثل حظ الانثیين'' کے اصول پر تقسیم ہوگا''۔

شامی میں ہے: ''الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معينا له'' (شامی ۳/۳۴۹ فصل شرکت فاسدہ) (باپ اور بیٹا دونوں ایک ہی کاروبار میں کماتے ہیں، علاحدہ کچھ نہیں تو سب کمائی باپ کی ہوگی اگر بیٹا اس کی عیال میں ہے، اس کا معاون مددگار ہونیکی کی وجہ سے)۔

احسن الفتاوی میں ہے: ''باپ اور بیٹوں کی مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملکیت باپ کی شمار ہوتی ہے، لہذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے تیسرے بیٹے کو بھی ترکہ میں برابر کا حصہ ملے گا''۔

۲- اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ لڑکوں نے اپنا سرمایہ کاروبار میں لگایا مگر یہ لڑکے باپ کے ساتھ ہی رہتے کھاتے ہیں، تو پورے مال کی ملکیت والد ہی کی

☆ امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء، ناظم جامعہ خیر العلوم، نور محل روڈ، بھوپال۔

ہوگی۔

شامی میں ہے:"زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب اللتي عليهم لاغير فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته ان هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم وإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب"(شامی ۳/۵۰)۔

(باپ نے پانچ لڑکوں کی شادی کردی وہ اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتے ہیں انہوں نے سامان میں اختلاف کیا تو وہ سب مال باپ کا ہے اور لڑکوں کے لئے صرف وہ کپڑے ہیں جو ان کے بدن پر ہیں، اگر وہ کہیں کہ یہ مال ہم نے والد کی موت کے بعد حاصل کیا ہے تو ان کی بات مانی جائے گی، اور اگر وہ اقرار کریں کہ میں والد کی موت کے وقت موجود تھا تو وہ مال باپ کی میراث میں شامل ہوگا)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکا علاحدہ رہتا ہے، رہنے سہنے اور کھانے پینے کا نظام الگ رکھتا ہے، لیکن اپنا سرمایہ لگا کر باپ کے کاروبار میں شریک ہوگیا تو اپنے سرمایہ ومحنت کے بقدر مال کا وہ مالک ہوگا، چنانچہ احسن الفتاوی میں ہے:

سوال: رحیم بخش کے دو بیٹے ہیں، کریم بخش اور دھنی بخش، دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں، کریم بخش جدائی کے ایک سال بعد باپ کے ساتھ شریک ہوگیا اس شرکت کو سولہ سال کا عرصہ گذر گیا، پھر رحیم بخش کی وفات ہوگئی، اب مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب: بوقت اشتراک دونوں کے اموال میں جو تناسب تھا اس کے مطابق ترکہ سے کریم بخش کے حصہ کا وہ مالک ہے باقی ترکہ سب وارثوں پر بقدر سہام تقسیم ہوگا (احسن الفتاوی ۶/۴۰۴)۔

فتاوی امارت شرعیہ میں ہے: اگر باپ و بیٹے کا سرمایہ مساوی ومشترک تھا، یا دونوں نے اپنی محنت سے سرمایہ جمع کر کے تجارت شروع کردی اور دونوں کی مساویانہ حیثیت تھی، تو اس

تجارت کے اموال میں سے نصف مال لڑکے رمضان علی کو بطور ملکیت لینے کا حق ہے اور نصف مال متروکہ اس کے باپ کا ہے (فتاوی امارت شرعیہ ۱/ ۲۱۴)۔

۳-لڑکا جب علاحدہ رہتا ہے، اس کا کاروبار بھی الگ ہے، جس کو اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہے، تو صرف دوکان پر والد کو بٹھانے سے ان کو شریک نہیں مانا جائے گا، بلکہ یہ شرکت فاسدہ کی ایک صورت ہوگی، جس میں والد اجر مثل کے مستحق ہوں گے، شامی میں ہے:

"الفاسدة إما بدون مال أو به من الجانبين أو من أحدهما فحكم الولى أن الربح فيها للعامل كما علمت والثانية بقدر المال إلى قوله والثالثة لرب المال وللآخر أجر مثله" (شامی ۳/ ۳۵۰)۔

(شرکت فاسدہ کی تین صورتیں ہیں: ۱-بغیر مال کے، ۲-دونوں جانب سے مال، ۳-ایک جانب سے مال۔ پہلی صورت میں نفع عامل کا ہے، دوسری صورت میں جس قدر جس کا مال ہے اتنا اس کو نفع ملے گا، تیسری صورت میں سرمایہ لگانے والے کو نفع ملے گا اور دوسرے کو اس کے مثل کام کی اجرت ومزدوری ملے گی)۔

۴-علاحدہ کاروبار کرنے والے لڑکے اگر پوری کمائی والد کو لا کر دیتے ہیں اور والد ہی ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں تو ان کا مال باپ کے مال میں مشترک ہوگا، اور اگر ان کے کھانے اور خرچ کے بعد مال والد لیتے ہیں اور باقی مال میں والد کو کوئی دخل نہیں رکھتے لڑکے اپنی مرضی سے تصرف کرتے ہیں، یا جمع رکھتے ہیں تو اس کے مالک لڑکے ہی ہوں گے، کیونکہ ساتھ کھانے پینے خرچ کے مصارف لڑکوں نے والد کو ادا کر دیئے اور باقی ماندہ مال میں وہ خود مختار ہیں اس کا وہ خود حساب کتاب رکھیں گے، اور وہ خود اس کے مالک ہوں گے۔

"زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوى ولا التميز فأجاب بأنه بينهما سوية" (شامی ۳/ ۳۴۹)۔

(عورت کا شوہر اور اس کا بیٹا ایک گھر میں رہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک علاحدہ کماتا ہے وہ اپنی کمائی کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں، اس کا فرق و امتیاز اور برابری کا علم نہیں تو جواب یہ ہے کہ وہ مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے: جن حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ دوسرے وارث بھی ان میں شریک ہیں، انہوں نے غالباً شامی کی پوری عبارت پر غور نہیں فرمایا، کیونکہ وہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ سب بھائی مل کر باپ کے ساتھ کھانے اور کمانے دونوں میں شریک رہیں اور جو چیز خریدی جائے مشترکہ روپے سے خریدی جائے اور یہ تفاوت معلوم نہ ہو کہ کس کا حصہ کتنا ہے تو یہاں سب میں برابر تقسیم ہوتا ہے، ایک دوسری صورت بھی شامی نے لکھی ہے کہ بیٹے کا مال باپ ہی کی ملک ہوتا ہے مگر یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ دونوں ایک ہی صنعت میں شریک ہوں، اور بیٹا باپ ہی کے ساتھ کھانے پینے وغیرہ میں شریک ہو اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں بروئے اقرار نامہ گل محمد شاہ کی ملک بالکل جداگانہ منفصل اور متمیز ہے، اور کسب میں صنعت واحدہ میں شرکت ہی نہیں، لہذا جن جائدادوں کو اقرار نامہ نے گل محمد شاہ کی خاص ملک قرار دیا ہے وہ شرعاً اسی کی ملک ہیں اور کسی کا ان میں حق نہیں (امداد المفتین ص ۸۲۴)۔

۵- والد کا کاروبار ختم ہو گیا ان کی جگہ یا دوکان اگر مملوک تھی تو اس کی قیمت یا مالیت میں تمام وارثوں کا حصہ ہوگا، ان سے حاصل کر کے اگر کوئی اس میں کاروبار کرے تو وہ کاروبار خاص اس کی ملکیت ہوگی، وارثوں کا اس میں حصہ نہیں ہوگا، اگر والد نے دوکان یا جگہ کرایہ پر لے کر کاروبار شروع کیا اور والد کا کاروبار ختم ہونے کے بعد مالک سے جس نے وہ جگہ یا دوکان کرایہ پر حاصل کر لی وہ جگہ اس کی ہوگی، وہ اس میں جو کاروبار کرے گا وہ کاروبار بھی خاص اسی کا ہوگا، اس میں دیگر وارثوں کو دخل اندازی کا حق نہیں ہوگا۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مفتی جمیل احمد نذیری☆

۱-والد کی زندگی میں ایسے لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوگی، کیونکہ یہاں تو والد نے اپنا سرمایہ لگایا ہے، لیکن اگر والد نے سرے سے کوئی سرمایہ ہی نہ لگایا ہوتا، اور والد کے ساتھ رہتے ہوئے والد اور بیٹوں نے مل کر کوئی کاروبار کیا ہوتا تو اس صورت میں بھی بیٹے، والد کے معین ہی قرار دیے جاتے، سرمایہ لگانے کی صورت میں بدرجہ اولی وہ معاون ہی ہوں گے، پارٹنر نہ ہوں گے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **"أب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما مال فالکسب کله للأب إذا کان الابن فی عیال الاب لکونه معیناً له ألا تری أنه لو غرس شجرة تکون للأب"** (۳۲۹/۲)۔

یہی عبارت ردالمحتار (۳/ ۳۸۳) پر بھی موجود ہے۔

والد کے مرنے کے بعد اگر بیٹے، والد کے کاروبار کو چلاتے رہے اور آگے بڑھاتے رہے تو اس صورت میں سب بیٹے آپس میں برابر کے شریک (پارٹنر) قرار دیئے جائیں گے۔

لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرائی (ردالمحتار ۳/ ۳۸۳، ۳۷۰)۔

۲-اگر والد کے ساتھ بیٹوں نے بھی کاروبار میں سرمایہ لگایا ہو اور سب کا سرمایہ معلوم

☆ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نواده، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

ہو کہ کس نے کتنا لگایا ہے تو ایسے بیٹوں کی حیثیت والد کے پارٹنر (شریک) کی ہوگی اور سرمایہ کی مقدار کے اعتبار سے شرکت مانی جائے گی۔

اگر سرمایہ کی مقدار معلوم نہ ہو تب بھی بیٹے والد کے پارٹنر (شریک) ہی قرار دیئے جائیں گے لیکن اس صورت میں والد اور بیٹے برابر کے حصہ دار اور پارٹنر ہوں گے۔

نظیرہ ویوخذ من هذا ما افتیٰ به فی الخیریة فی زوج امرأة وابنها اجتمعا فی دار واحدة وأخذ کل منهما یکتسب علی حدة ویجمعان کسبهما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی ولا التمییز فأجابه بأنه بینهما سویة (رد المحتار ۳؍۳۸۳)۔

۳- اس صورت میں کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، اگر والد کو دوکان پر بٹھایا اور والد محض ظاہر میں سرپرستی کے طور پر آکر بیٹھتے ہیں، کاروبار میں نہیں لگتے، تو باپ کی حیثیت محض تبرکا سرپرست کی ہوگی اور اگر بیٹے کے ساتھ کاروبار میں لگے رہتے ہیں تو ان کی حیثیت معاون کی ہوگی۔

تبرکاً دوکان کے نام اپنے والد کے نام پر رکھنے سے بیٹے کی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور محض والد کا نام رکھ دینے سے والد کی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔

۴- جن دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے ہیں، ان کے ان ذرائع کے اختیار کرنے میں اگر والد یا اس بھائی جس نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا ہے، کا مالی یا اخلاقی تعاون حاصل رہا ہے، یعنی والد یا اس بھائی کی مرضی، اجازت، صراحۃً نہ سہی دلالۃً ہی سہی، یا ان کی کسی قسم کی مدد و اثر و رسوخ کے نتیجے میں دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کا کوئی اور ذریعہ اختیار کیا ہے، لہٰذا چونکہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اور سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، اس لئے ان دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی، ان کی تنہا ملکیت نہ ہوگی، سارے بھائی کسی نہ کسی طور پر گھر کی معاشی و کاروباری ترقی میں ایک دوسرے

کے معاون سمجھے جائیں گے۔

لیکن اگر دوسرے ذرائع اختیار کرنے والے بھائی یا بھائیوں کی، والد یا والد کے ساتھ کاروبار کرنے والے بھائی نے کسی قسم کی مالی یا اخلاقی مدد نہ کی ہو، بلکہ ایک طرح سے بے توجہی اور بے زاری کا اظہار کیا ہو اور ان بھائی یا بھائیوں نے اپنی محنت، جانفشانی، اپنے اثر ورسوخ اور اپنے دم پر قرض وادھار لے کر کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار کیا ہو اور اس میں وہ کامیاب ہو گیا تو ایسی صورت میں چونکہ آپسی تعاون مفقود ہے اس لئے وہ کمائی تنہا اسی کی ہوگی، کھانا پینا ایک ساتھ ہونے کے باوجود مشترک نہ سمجھی جائے گی۔

۵- جس نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا اس کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہ ہوگی۔

بزنس میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

الشركة لغة: خلط النصيبين بحيث لا يتميز أحدهما (فتح القدير ۳۷۶/۵)۔

(شرکت کا لغوی معنی ہے، دو (یا زیادہ) حصوں کا اس طرح مل جانا کہ ان دونوں میں سے کوئی ممتاز نہ ہو)۔

وشرعا: عبارة عن عقد بين المتشاركين في الأصل والربح (درمختار ۴۶۶/۲)۔

اور شرعاً: اصل اور نفع میں شرکاء کے مابین معاہدہ کا نام ہے۔

صاحب بدائع نے اصلاً اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں، شرکۃ الأملاک اور شرکۃ العقود، شرکت ملک سے مراد یہ ہے کہ کسی مال میں یا ملکیت میں شرکت ہو، خواہ وہ مال کسی بھی جائز طریقہ سے حاصل ہوا ہو، اور شرکت عقد سے مراد یہ ہے کہ کسی شے میں اشتراک آپس کے معاہدہ سے وجود میں آیا ہو۔

وركنها في شركة العين اختلاطهما، وفي العقد اللفظ المفيد له وشرط جوازها كون الواحد قابلا للشركة (الدرالمختار ۴۶۶/۶)۔

(اور ملکیت میں شرکت کی اساس ان دونوں (شرکاء) کا اختلاط یعنی شریک ہونا ہے،

☆ گوناتھ بھنجن مئو۔

اور عقد میں اس کا رکن وہ لفظ ہے جو عقد کا فائدہ دے، اور شرکت کے جواز کی شرط معقود علیہ (یا ملکیت) کا شرکت کے قابل ہونا ہے)۔

۱- لہٰذا اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکے یا ان میں سے بعض والد کی خواہش پر یا خود ہی شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، اور والد سے کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا تو والد کے اس کاروبار میں ان کی حیثیت محض ایک معاون کی ہوگی، کیونکہ ارکان شرکت مفقود ہیں، والد کی وفات کے بعد اس متروکہ کاروبار میں وہ لڑکے جو شریک کار رہے اور وہ جنہوں نے والد کے ساتھ اس کاروبار میں شرکت نہیں کی، سب وراثت میں اپنے شرعی مستحق حصوں کے برابر حقدار ہوں گے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ لڑکے باپ کے ساتھ ہی رہتے ہوں، ان کے عیال میں ہوں اور کھانا پینا والد کے ذمہ ہو۔

وقدمنا أن هذا ليس شركة مفاوضة ما لم يصرحا بلفظها أو بمقتضياتها مع استيفاء مشروطها، ثم هذا في غير الابن مع أبيه، لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئي فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له (شامی ۶/۵۰۶)۔

(اور ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ یہ شرکت مفاوضت نہیں ہوگی جب تک کہ دونوں اس کے لفظ یا اس کے مقتضیات کی صراحت نہ کریں شرائط کے پورا ہونے کے ساتھ، پھر یہ لڑکے کی باپ کے ساتھ شرکت کے علاوہ ہے بہ سبب اس کے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ والد اور اس کا لڑکا کسی ایک صنعت میں کسب کرتے ہوں، اور ان دونوں کے پاس کچھ نہ ہو تو کمائی سب کی سب والد کی ہوگی اگر لڑکا اس کے عیال میں ہو، اس (لڑکے) کے اس (والد) کا معین و مددگار ہونے کی وجہ سے)۔

اور اگر لڑکا والد کے عیال میں نہیں ہے، الگ رہتا ہے، اپنا کرتا کھاتا ہے، اور اس نے والد کی خواہش یا اس کے کہنے پر اس کے کاروبار میں شرکت کیا تو وہ اجر مثل کا مستحق ہوگا، جو والد

کے ترکہ میں سے دیا جائے گا بعدہ بقیہ متروکہ میں یہ اپنی وراثت کا مستحق ہوگا۔

وما حصله أحدهما بإعانة صاحبه فله ولصاحبه أجر مثله (در مختار ۶/ ۵۰۲)۔

(اور جو کچھ حاصل کیا ان دونوں میں ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے تو سب اسی کا ہوگا اور اس کے معاون کے لئے اجر مثل ہے)۔

۲- اگر لڑکا والد کے عیال میں ہے اسی کے ساتھ اس کا کھانا پینا ہے، اور اس نے والد کی اجازت سے اپنا کچھ سرمایہ والد کے کاروبار میں لگایا اور اس کا شریک کار رہا تب بھی یہ والد کا معین و مددگار ہی سمجھا جائے گا، والد کے کاروبار میں شریک نہیں مانا جائے گا۔

اور اگر والد کے عیال میں نہیں ہے، اپنا الگ کرتا کھاتا ہے، اور اس نے والد کی اجازت یا اس کی درخواست پر اپنا سرمایہ لگا کر باپ کے کاروبار میں شرکت کیا، تو اپنے سرمایہ کے تناسب سے کاروبار اور اس کے نفع میں شریک مانا جائے گا، اگر چہ دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہوا ہو، کیونکہ اس کا الگ رہنا اور والد کی اجازت سے اپنا سرمایہ لگا کر شریک ہونا مقتضیات شرکت سے ہے۔

۳- اگر لڑکا والد سے الگ رہتا ہے، اپنا کرتا کھاتا ہے، اور اس نے اپنے سرمایہ سے کام شروع کیا اور دوکان پر والد کو بٹھایا، یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو یہ کاروبار لڑکے کا ہوگا، اور والد کو دوکان پر بٹھایا ہے تو وہ اس کے معاون ہوں گے، اور اجر مثل کے مستحق ہوں گے۔

نیز اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا جب کہ لڑکا والد کے ساتھ رہتا ہو، اور ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہو، کیونکہ کاروبار میں سرمایہ اس کا لگا ہے، اور وہ اس کی ملکیت ہے، یہ کاروبار والد کا ترکہ قرار نہیں پائے گا۔

۴- اس صورت میں جب کہ سارے لڑکے والد کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، آپس میں

تقسیم بھی نہیں ہوئی ہے، کچھ لڑکے باپ کے کاروبار میں ہاتھ بٹا رہے ہیں، اور کچھ لڑکے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے ہیں، تو سارے لڑکوں کی کمائی مشترک سمجھی جائے گی، اور ان میں سے کسی کی کمائی بھی تنہا اس کی ملکیت نہیں ہوگی، اور عرفاً یہ سب کے سب باپ کے معاون سمجھے جائیں گے، اگرچہ بعض لڑکوں کی کمائی کا ذریعہ باپ کی صنعت وکاروبار کے علاوہ کوئی دوسرا ہو مگر چونکہ سب والد کے عیال میں ہے، اورسب کا کھانا پینا انہیں کے ساتھ ہے، اس لئے ان کا کاروبار الگ نہیں سمجھا جائے گا، جب تک کہ آپس میں تقسیم نہ ہو جائے، یا آپس میں کوئی معاہدہ ہو جائے۔

"في الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير، فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته إن هذا استفدنا بعد موته فالقول لهم وإن أقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب (شامی ۶/ ۵۰۲)۔

(خانیہ میں مذکور ہے: اپنے پانچوں لڑکوں کی شادی اپنے گھر میں کیا اور سب کے سب اسی کے عیال میں ہیں، اور انہوں نے سامان میں اختلاف کیا، تو وہ سب والد کے لئے ہوگا، اور لڑکوں کے لئے صرف وہ کپڑا ہوگا جو ان کے بدن پر ہے، اور اس کی بیوی یا وہ لوگ اگر کہیں کہ ہم نے ان کی وفات کے بعد حاصل کیا ہے تو ان کا قول مان لیا جائے گا اور اگر اقرار کریں کہ یہ سب مال ان کی وفات کے دن موجود تھا تو وہ والد کا ترکہ ہوگا۔

اس لئے اگر لڑکے باپ کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، تو اگرچہ ان کی آمدنی کے ذرائع الگ الگ ہو عرفاً وہ سب کے سب والد کے معاون سمجھے جائیں گے۔

۵- اگر والد کا کاروبار ختم ہو گیا، مگر کاروبار کی جگہ موجود ہے، اور اولاد میں سے کوئی اپنا سرمایہ لگا کر اسی جگہ سے کاروبار کر رہا ہے، اور اسی نام سے کر رہا ہے، تو یہ کاروبار اس لڑکے کی ملکیت ہوگی، اور مملوکہ جگہ والد کی ہوگی، یا دوکان کرایہ پر تھی اور اس کے لئے کچھ رقم پیشگی والد نے دیا تھا تو وہ رقم بھی والد کی ہوگی جس میں بقیہ اولاد شریک ہوں گے۔

بچوں کی شرکت والد کے کاروبار میں-مسائل اور حل

مولانا ابوسفیان مفتاحی☆

والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، والد کی خواہش پر بعد کو اس کے بعض لڑکے والد کے شریک کار ہو گئے مگر ان بعض لڑکوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو اس صورت مسئولہ میں والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوگی، چنانچہ شامی ج ۳ رص ۳۸۳، میں ہے: **الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة، ولم يكن لها شئي فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب، وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لاغير۔**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کمائی تنہا باپ کی ہوگی اور اولاد سب محض باپ کے معاون ہوں گے، احسن الفتاوی ۶ / ۳۹۳ میں ہے: باپ اور بیٹوں کی مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملک باپ کی شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کرسکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی یہ تمام ملکیت از روئے شرع سب پر تقسیم ہوگی، معلوم ہوا کہ بیٹوں کی حیثیت باپ کے معاون کی ہوگی۔

فتاویٰ رحیمیہ ۶ / ۱۶۰ میں ہے: باپ بیٹے سب مل کر ایک ساتھ ایک ہی کاروبار کرتے ہوں کھانا پینا بھی ساتھ ہو تو ساری کمائی باپ کی شمار ہوگی، باپ کی وفات کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا تو

☆ صدر المدرسین جامعہ مفتاح العلوم مئو۔

للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا (حوالہ شامی)۔

نیز ۹/۱۶۰ میں اس طرح ہے: باپ بیٹے ایک ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی ماہانہ تنخواہ اپنے والد کو حوالہ کر دیتا ہے تو اس صورت میں جمع شدہ رقم سے جو مکان، زمین وغیرہ خرید ا گیا ہے وہ سب باپ کی شمار ہوگی۔

(شامی ۳/ ۳۸۳ میں ہے: وفی الخانیة زوج ابنیه الخمسة)۔

فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۶۰ میں ایک صورت یہ مذکور ہے: اور جو لڑکے باپ سے الگ ہو کر اپنا مستقل کاروبار کرتے ہوں کھانے پینے کا حساب بھی ان کا الگ ہو تو ان کی کمائی کے وہی مالک ہوں گے۔

نیز ۶/۱۵۹ میں ہے: زید کنوارے میں ہی والدین سے الگ رہتا ہے اور اس نے اپنی سمجھ اور کمائی سے زمین خریدی تھی تو اس کا وہ خود مالک ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ایسے لڑکوں کی حیثیت باپ کے معاون کی ہوگی۔

۲- اگر بچوں نے کاروبار میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا تو اس صورت میں یہ بچے اپنے سرمایہ سے حاصل شدہ نفع یا خریدی ہوئی زمین و جائیداد وغیرہ کے خود مالک ہوں گے، لہذا یہ بچے اپنے اپنے سرمایہ کے بقدر مشترک سے الگ کر کے باپ کے سرمایہ سے حاصل شدہ نفع یا خریدی ہوئی زمین و جائیداد وغیرہ کی تقسیم میں تمام ورثہ کے ساتھ رہیں گے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں بچے اپنے اپنے سرمایہ کے بقدر خود مالک ہوں گے باپ کے معاون نہ ہوں گے، لہذا باپ کے مرنے کے بعد ان بچوں کے سرمایہ کے بقدر کو الگ کر کے تمام ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

۳- صورت مسئولہ میں کہ کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا لیکن

دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو یا تبرکا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں شرعا یہ کاروبار لڑکے ہی کی ملک شمار ہوگا، باپ کی نہیں، اس صورت میں باپ کی حیثیت محض تبرک کی ہوگی، رہا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھنا محض تبرک ہی کے لئے ہے مالک بنانا مقصود نہیں ہے، لہٰذا باپ کے مرنے کے بعد کاروبار مذکور باپ کی ملکیت میں شمار نہ ہوگا پس باپ کی جائیداد کے تقسیم میں یہ کاروبار اور اس کی آمدنی باپ کے ورثہ کے درمیان تقسیم نہ ہوگا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں کاروبار لڑکے ہی کی ملک شمار ہوگا، لہٰذا باپ کے مرنے کے بعد بقیہ ورثہ کے درمیان یہ تقسیم نہ ہوگا۔

۴- صورت مسئولہ میں جس بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا تو وہ اپنے باپ کا معاون ہوگا اور یہ ظاہر ہے اور جن بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے اور کمائی آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، اور سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا تو اس صورت میں ان دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی وہ تنہا ان کی ملکیت نہ ہوگی۔

چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۹/۶ میں ہے: اگر زید والدین کے ساتھ رہتا تھا اور رہنا سہنا کھانا پینا ان کے ساتھ تھا اور ان کے ماتحت رہ کر کمائی ہوئی رقم سے زمین خریدی ہے تو وہ والد کی شمار ہوگی اور اس میں والد صاحب کے تمام ورثہ حقدار ہوں گے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ باپ کا ہاتھ بٹانے والا لڑکا باپ کا معاون ہوگا اور جن لڑکوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے تو والد کے ساتھ رہنے اور کھانے پینے کی وجہ سے ان کی کمائی والد کی شمار ہوگی تو باپ کے مرنے کے بعد ان کی کمائی میں والد کے تمام ورثہ حقدار ہوں گے۔

۵- صورت مسئولہ میں کہ کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ چاہے مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو وہ موجود ہو اب اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار کو شروع کیا تو اگر وہ لڑکا باپ سے الگ تھا تو یہ کاروبار اسی کی ملکیت میں

ہوگی اور اگر باپ کے ساتھ رہتا تھا کھاتا پیتا تھا، تو یہ کاروبار باپ کی ملک شمار ہوگا۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں اگر لڑکا باپ سے الگ تھا تو یہ کاروبار اس کی ملک ہوگا، البتہ اس لڑکے کو اس کاروباری جگہ کا کرایہ دینا ہوگا یا معاوضہ سے خرید لے اور اگر باپ کے ساتھ رہتا کھاتا پیتا تھا تو یہ کاروبار باپ کی ملک شمار ہوگا۔

کاروبار میں تعاون اور شرکت کی مختلف شکلیں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

اسلام مشترکہ خاندان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، اسی لئے بلوغیت کے بعد نان ونفقہ والد کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، صدقہ فطر اور زکوۃ کی ادائیگی اور اس طرح کے دوسرے شرعی حقوق واحکام خود لڑکوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں میں عموماً مشترکہ خاندان کی جڑیں مضبوط، مستحکم اور گہری ہیں، اسی لئے یہاں ایک باپ کی اولاد ہی نہیں، دادا کی اولاد کو بھی ایک ساتھ زندگی گذارتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے، ان کا خانگی اور معاشی نظام ایک ساتھ ہوتا ہے، اور کبھی کبھی پشتہا پشت تک یہ معاملہ چلتا رہتا ہے، سماج میں بھائی کا بھائی سے جدا ہونا معیوب سمجھا جاتا ہے، اور بیٹا باپ سے الگ ہو جائے تو ایسے لڑکے کو ''ناخلف'' کہتے ہیں، لوگ ایک ساتھ رہنے کو فخریہ بیان کرتے ہیں اور تغیر مزاج اور تغیر احوال کے باوجود جو لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں انہیں سماج میں عزت ملتی ہے، اور ایک قسم کا وقار حاصل ہوتا ہے۔

۱- اس صورت حال کی وجہ سے باپ کی جو معاش ہوتی ہے، لڑکا جب کمانے کے لائق ہوتا ہے تو حسب استطاعت وطاقت کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹانے لگتا ہے، اس کا اپنا کوئی سرمایہ نہیں ہوتا اور معاملات طے کرنے، اجرت مقرر کرنے کا خیال بھی کبھی دل میں نہیں آتا، جو آمدنی ہوتی ہے، سب پر خرچ ہوتی ہے، اس صورت میں والد کے انتقال کے بعد پورا کاروبار وارثوں پر

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ، بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ۔

بقدر سہام شرعی تقسیم ہوگا اور والد کے ساتھ کام کرنے والوں کی حیثیت محض معاون کی ہوگی، فتاوی عالمگیری میں ہے:

الأب والابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء، فالکسب کله للأب (۳۲۹/۲) (یعنی باپ بیٹے مل کر کاروبار کر رہے ہوں اور ان کے درمیان کوئی معاملہ طے نہ ہو تو پوری کمائی باپ کی ہوگی)۔

یہاں پر **أنت ومالک لأبیک، فکلو من کسب أولادکم** (ابوداؤد ۴۹۸/۲)، **وإن أولادکم من کسبکم** (ابن ماجہ، ابواب التجارات ۱۶۵/۲) **ولد الرجل من کسبه** (نسائی ۱۵۸/۲) جیسے فرمان رسول کی معنویت کو بھی دھیان میں رکھنا چاہیے۔

۲- البتہ اگر ایک یا کئی لڑکوں نے والد کی اجازت سے کاروبار میں اپنا سرمایہ بھی لگایا، تو اس صورت میں یہ معاملہ شرکت کا ہوگا اور جو شرائط طے ہوئے ہوں گے، ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا، نفع ونقصان میں سب کی شرکت ہوگی اور ہر شریک اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے بقدر کاروبار کا مالک ہوگا۔ بدائع میں ہے:

إذا شرطا الربح علی قدر المالین متساویا ومتفاضلا، فلا شک أنه یجوز ویکون الربح بینهما علی الشرط، سواء شرط العمل علیهما أو علی أحدهما (بدائع ۶۲/۶)۔

(جب دو شرکاء نے اپنے مال کے بقدر، برابر یا زیادتی کے ساتھ نفع کی شرط پر معاملہ کیا تو یہ صورت جائز ہے، اور نفع کی تقسیم ہر دو کے درمیان شرط کے مطابق ہوگی، چاہے دونوں کے کام کرنے کی شرط ہو یا دونوں میں سے ایک کے کام کرنے کی ہو)۔

۳- عمل میں معاونت ہی کی ایک شکل یہ ہے کہ کاروبار تو لڑکے نے اپنا سرمایہ لگا کر کھڑا کیا، اور والد کی عظمت کے پیش نظر دوکان کا نام والد کے نام پر رکھا، والد مختلف اوقات میں دوکان پر بیٹھ کر کاروبار سنبھالتے بھی رہے، اس کے باوجود والد کی حیثیت حدیث رسول ﷺ

الخراج بالضمان (یعنی آمدنی اس کی ہوگی جو ضامن ہوگا) کے اصول پر محض معاون کی ہوگی، یہ روایت ترمذی، ابن ماجہ ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے اور اس باب میں اصول کا درجہ رکھتی ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ایک شکل یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے چند لڑکے ہیں، خاندان اور خانگی نظام مشترک ہے، چند لڑکے باپ کے ساتھ دوکان پر کام کرتے ہیں اور چند لڑکے دوسرے معاشی کاموں میں مشغول ہیں، سب کی آمدنی ایک ساتھ جمع ہوتی ہے اور سب کا کھانا پینا ایک ساتھ ہوتا ہے تو اس صورت میں باپ کے متروکہ جائیداد اور سارے بھائیوں کی جمع آمدنی مشترک ہوگی۔ دوسرے کام کرنے والے کی اپنی کمائی تنہا اس کی ملکیت نہیں قرار پائے گی، علامہ شامی نے شرکت فاسدہ کے ذیل میں اس صورت کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں: **قال في الخيرية: في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وكل منها يكتسب علحدة ويجمعان كسبها ولا يعلم التفاوت والتساوي ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما على السوية۔**

(فتاوی خیریہ میں ہے کہ کسی عورت کا شوہر اور اس کا لڑکا ایک گھر میں رہائش پذیر ہے، الگ الگ کسب معاش کرتا ہے، اور ایک ساتھ جمع کرتا ہے، کمائی کی آمدنی کے برابر اور کم وبیش کا اندازہ نہیں ہے، تو اس صورت میں دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا)۔

اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر جمع شدہ رقم میں کمائی کا تناسب معلوم ہو تو ہر ایک کی آمدنی کے برابر تقسیم کیا جائے گا، جیسا کہ "**ولا يعلم التفاوت والتساوي ولا التمييز**" سے معلوم ہوتا ہے۔

۵- والد کا کاروبار کسی وجہ سے ختم ہوگیا، دوکان بند تھی، کسی لڑکے نے پرانے یا نئے نام سے اپنا سرمایہ لگا کر دوکان کو والد کی اجازت سے شروع کیا، تو اس صورت میں اس کی آمدنی **الخراج بالضمان** کے اصول سے اس لڑکے کی ہوگی، جس نے اسے پھر سے جاری کیا ہے، اور اس صورت میں اس کے والد اور بھائیوں کی شرکت نہیں ہوگی، دوکان اگر کرایہ پر ہے تو اس کا

کرایہ لڑکے کو ادا کرنا ہوگا۔

آج کل پوزیشن کی بھی مالیت ہوتی ہے، اس لئے اگر باپ نے وہ دوکان اس لڑکے کو ہبہ نہیں کیا ہے، صرف کاروبار کی اجازت دی ہے تو دوکان کی مالیت والد کی باقی رہے گی، اور اس کے انتقال کے بعد صرف دوکان کی پوزیشن کی جو قیمت ہوگی، اس میں سارے وارثوں کا حصہ ہوگا۔

والد کے کاروبار میں اولاد کی شرکت

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

آج کل مسلم گھرانوں میں وراثت کے جھگڑے عام بات ہیں، خصوصاً جب والدین کے کاروبار میں کچھ لڑکے بھی شریک رہے ہوں، اور کاروبار میں شریک رہنے والوں میں بھی کوئی پانچ سال سے شریک رہا ہو، تو کوئی پندرہ، بیس سال سے، ایسی صورت میں وراثت کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہو جاتا ہے، اس کو حل کرنا علماء و ارباب افتاء کی ذمہ داری ہے، تاکہ مسلم خاندانوں میں اس پیچیدگی کے باعث تنازع کا مستقل حل نکل آئے۔

۱- والد کے کاروبار میں تعاون

والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے کچھ لڑکے بھی والد کی خواہش پر کاروبار میں شریک ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ کاروبار میں ان لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوگی، کیوں کہ لڑکوں کا کاروبار میں سرمایہ نہیں ہے، اس لئے ان کو کاروبار میں شریک (Partner) نہیں سمجھا جا سکتا، اور ان سے ملازمت کی اجرت بھی طے نہیں کی گئی ہے، اس لئے ان کو اجیر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا، لہٰذا ان کی حیثیت معاون کی سمجھی جائے گی، جب کہ لڑکے باپ کے زیرِ کفالت تھے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

☆ لکچرر گورنمنٹ جونیر کالج ظہیر آباد، اے، پی۔

"أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب، لكونه معينا له، ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب" (الفتاوی الہندیہ ۳۲۹/۲ ط: مکتبہ زکریا، دیوبند)۔

(باپ اور بیٹے دونوں ایک ہی فرم میں کام کرتے ہوں اور ان دونوں کا مال نہ لگا ہو، تو پوری کمائی باپ کی شمار ہوگی، جب کہ بیٹا باپ کی کفالت میں ہو، اس کے معاون ہونے کی وجہ سے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس نے درخت لگایا ہوتا تو وہ باپ کا ہوتا)۔

۲-سرمایہ میں شراکت

مذکورہ صورت میں بچوں نے کاروبار میں شریک ہوتے ہوئے اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو، تو اس صورت میں وہ سرمایہ کے اتنے حصے میں شریک سمجھے جائیں گے، اور اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حق دار ہوں گے، جب کہ نفع کی کوئی خاص مقدار طے نہیں ہوئی تھی، فقہ کی اصطلاح میں اس شرکت کا نام شرکت عنان ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

والمساواة في رأس المال ليست بشرط، ..... فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما، فإن كانا اشترطا التفاوت فيه كتباه ذلك

(الفتاوی الہندیہ ۳۲۰/۲)۔

(اصل سرمایہ میں برابری (شرکت عنان میں) شرط نہیں ہے، ...... تو جو نفع ہوگا، وہ ان کے درمیان ان کے سرمایہ کے تناسب کے حساب سے ہوگا، اگر ان دونوں نے نفع میں تفاوت کی شرط رکھی تو اس کو لکھ لیں)۔

۳-والد کے نام پر دوکان کا نام رکھنا

کسی لڑکے نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا ہو، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہو، یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو، ایسی صورت میں لڑکے کا کاروبار ہی سمجھا

جائے گا، والد کو دوکان پر بٹھانے پر ان کی حیثیت معاون کی ہوگی، اور محض والد کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے والد کی ملکیت نہیں ہوگی، البتہ اگر دوکان کی رجسٹری میں مالکانہ حیثیت سے والد کا نام ہوتو دوکان کی عمارت میں والد کی ملکیت سمجھی جائے گی۔

۴- چند بھائیوں کا دوسرے ذرائع معاش اختیار کرنا

ایک بھائی نے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، جب کہ جائداد آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اور سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سب کے درمیان مشترک نہیں سمجھی جائے گی، بلکہ ہر بھائی کی کمائی تنہا اس کی ملکیت شمار ہوگی، البتہ جس بھائی نے والد کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹایا اور اس نے تنخواہ نہیں لی، تو اس کو والد کے مال سے اجرت مثل ادا کی جائے گی، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو استاجر ابنه والمرأة ابنها ليخدمها في بيتها لم يجز، ولا يجب الأجر إذا عدم، إلا إذا كان حراً أو مكاتبا، كذا في الخلاصة (الفتاویٰ الہندیہ ۴؍۴۳۵)۔

(اگر کسی مرد یا عورت نے اپنے بیٹے کو اپنے گھر میں خدمت کے لئے رکھا، تو یہ جائز نہیں، اور خدمت پر اجرت واجب نہیں ہوگی، مگر جیسا کہ بیٹا آزاد یا مکاتب ہو)۔

۵- ختم شدہ کاروبار کا اولاد کی طرف سے احیاء

کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ مملوکہ یا کرایہ والی موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ وہی کاروبار شروع کیا ہو تو اب یہ کاروبار اسی لڑکے کی ملکیت سمجھی جائے گی، جس نے اپنے سرمایہ سے دوبارہ کاروبار شروع کیا ہے۔

خلاصۂ جوابات

۱-والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے کچھ لڑکے بھی والد کی خواہش پر کاروبار میں شریک ہوگئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ کاروبار میں ان لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوئی۔

۲-بچوں نے کاروبار میں شریک ہوتے ہوئے والد کی اجازت سے اپنا کچھ سرمایہ بھی داخل کیا، تو اس صورت میں سرمایہ کے اتنے حصے میں وہ شریک (Partner) سمجھے جائیں گے، اور اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حق دار ہوں گے، جب کہ نفع کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں ہوئی تھی۔

۳-کسی لڑکے نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بٹھایا ، یا تبرکاً والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا، تو یہ کاروبار اسی لڑکے کا شمار ہوگا، محض والد کو بٹھانے یا اس کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے والد کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔

۴-ایک بھائی نے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، سب کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو دوسرے بھائیوں کی کمائی سب کے درمیان مشترک نہیں سمجھی جائے گی، ہر بھائی کی کمائی اس کی اپنی ملکیت ہوگی، البتہ جس بھائی نے والد کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹایا، اس کو والد کی جائداد سے اجرت مثل ادا کی جائے گی۔

۵-کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ موجود تھی، کسی لڑکے نے اسی جگہ اسی نام سے اپنا سرمایہ لگا کر وہی کاروبار شروع کیا، تو یہ کاروبار اسی لڑکے کی ملکیت سمجھی جائے گی۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت کے مسائل

مولانا ابوبکر قاسمی ☆

۱- والد کے کاروبار میں اولاد کی شرکت کا حکم

تجارت اور کاروبار میں عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنا سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کرتا ہے کاروبار کے آغاز کے وقت اس کے بچے چھوٹے تھے، رفتہ رفتہ کاروبار بھی بڑھا اور بچے بھی بڑے ہوئے، پہلے بڑا لڑکا پھر یکے بعد دیگرے کئی لڑکے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹانے لگے اور اس طرح کئی لڑکے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو کر کام کرنے لگے، لیکن والد سے کوئی واضح معاملہ طے نہیں ہو پایا کہ کاروبار میں تعاون کرنے والے لڑکوں کی حیثیت ملازم کی ہوگی یا پارٹنر کی یا یہ صرف ان کی طرف سے والدین کا تعاون ہوگا؟ اور اس طرح والد کی زندگی میں کوئی لڑکا بیس سال تک باپ کی معاونت کرتا رہا اور کوئی دس سال تک اور کوئی پانچ سال تک، اور اسی کاروبار سے جائیدادیں بھی خریدی گئیں تو حضرات فقہاء کی صراحت کے مطابق اور دنیا کے رائج عرف کے مطابق پورا کاروبار باپ کا مانا جائے گا، اور لڑکوں کی حیثیت معاون کی ہوگی، لہٰذا والد کے انتقال کے بعد ہر لڑکے کو برابر ترکہ میں حصہ ملے گا، چنانچہ علامہ شامی نے شرکت فاسدہ کے ذیل میں یہ مسئلہ لکھا ہے:

الأب والابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئی فالکسب کله للأب (شامی ۳/........، عالمگیری ۲/۳۲۹)۔

☆ مدرسہ اسلامیہ شکر پور، دربھنگہ۔

(باپ اور بیٹے مل کر ایک کاروبار کر رہے ہوں اور کسی کا کوئی حصہ طے نہ ہو تو پوری کمائی باپ کی ہوگی)

حدیث پاک میں خود اولاد کو باپ کی کمائی کا ایک حصہ کہا گیا ہے: "وإن أولادكم من كسبكم" (ترمذی کتاب الاحکام ۱/.........)، (اسی حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے: أنت ومالك لأبيك حدیث کا آخری لفظ ہے فكلوا من كسب أولادكم (رواہ ابوداؤد ۲/ ۴۹۸، باب الرجل یاکل من مال ولدہ)۔

(بلاشبہ تمہاری اولادیں تمہاری کمائیوں میں سے ہیں (ابن ماجہ ابواب التجارات ۲/ ۱۶۵)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ولد الرجل من كسبه (ابوداؤد کتاب البیوع ۲/ ۴۹۷-نسائی ۲/ ۱۸۵ ابن ماجہ ۲/ ۱۵۵) (آدمی کا لڑکا اس کی کمائی کا ایک حصہ ہے)۔

لہٰذا باپ کے کاروبار میں معاونت کرنے والے لڑکے شرعاً کاروبار کے مالک نہ ہوں گے بلکہ باپ مالک ہوگا۔

۲- باپ کے کاروبار میں سرمایہ لگا کر شریک ہونے والی اولاد کا حکم

باپ نے کاروبار شروع کیا اور بیٹے کو بھی سرمایہ لگا کر اپنے ساتھ کاروبار میں شریک ہوجانے کی اجازت دیدی جب دو شریکوں نے نفع کی تقسیم کے لئے مال شرکت کی مقدار کے اعتبار سے برابر سرابر یا کمی زیادتی کی شرط لگائی تو یہ شرعاً جائز ہے اور نفع کی تقسیم شرط کے مطابق ہوگی، خواہ کام کی شرط دونوں شریک کے لئے ہو یا ایک کے لئے ہو، تو ایسی صورت میں پورے کاروبار کا باپ مالک نہ ہوگا، بلکہ کاروبار میں جس کا سرمایہ جس قدر لگا ہوا ہے وہ اس کاروبار میں اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کے بقدر حصہ کا مالک ہوگا، اور کاروبار کے حصہ کی تقسیم ہر ایک کے لگائے ہوئے سرمایہ کے بقدر ہوگی، یا بوقت شرکت نفع کا جو فی صد جس کے لئے طے ہو اس کے مطابق نفع کی تقسیم ہوگی، "إذا شرطا الربح على قدر المالين متساويا أو متفاضلا فلا

شک أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما" (بدائع ۶/ ۶۲)۔

۳- کسی لڑکے کا اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کرنے اور باپ کو ساتھ رکھنے یا باپ کے نام پر دوکان کھولنے کا حکم

اگر تجارت و کاروبار کسی لڑکے نے اپنا سرمایہ لگا کر کیا لیکن والد کو اپنے ساتھ دوکان پر بٹھایا یا تبرکاً والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا تو ایسی صورت میں کاروبار کا مالک وہی لڑکا ہوگا، جس نے کاروبار اپنا سرمایہ لگا کر شروع کیا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے: الخراج بالضمان (رواہ الترمذی عن عائشہؓ وقال ہذا حدیث حسن صحیح ۱/ ۲۴۱-نسائی ۲/ ۱۸۸)۔

(آمدنی اسی کو ملے گی جو ضامن ہوگا) معنى الحديث ضمان الأصل سبب الملک خراجه (ابن ماجہ ابواب التجارات ۲/ ۱۶۲-ابوداؤد ۲/ ۴۹۵)۔

۴- تمام لڑکوں کا باپ کے ساتھ رہنا اور الگ الگ کاروبار کرنے کا حکم

اگر کسی شخص کے پاس چند لڑکے ہیں، سب لڑکوں کا کھانا پینا ایک ساتھ ہے، لیکن ایک لڑکا تو باپ کے ساتھ شریک ہو کر باپ کی معاونت کرتا ہے اور دوسرے لڑکے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے ہوئے ہیں مگر سب کی کمائی ایک ساتھ جمع ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں باپ کی املاک سے اور ہر ایک کے کاروبار کے منافع سے سب کو برابر حصہ ملے گا، چنانچہ علامہ شامی نے شرکت فاسدہ کے ذیل میں یہ مسئلہ لکھا ہے:

"قال في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وكل منهما يكتسب عليحدة ويجمعان كسبها ولا يعلم التفاوت والتساوي ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما على السوية"۔

(فتاویٰ خیریہ میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا شوہر اور ایک لڑکا ایک گھر میں ایک ساتھ

رہائش پذیر ہے اور ہر ایک علیحدہ کام کرتا ہے مگر کمائی ساتھ رکھتا ہے، اور کچھ معلوم نہیں کہ کس کی کمائی کتنی ہے، کم ہے یا زیادہ، یا برابر ہے یا ہر ایک کی کمائی علیحدہ ہے تو ایسی صورت میں مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ پوری آمدنی ان دونوں کے درمیان برابر سرابر تقسیم ہوگی)

۵- کاروبار کے ختم ہونے کے بعد والد کے کاروبار کی جگہ میں لڑکے کے کاروبار کرنے کا حکم

والد نے کوئی کاروبار کیا مگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا، البتہ کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ والی ہو موجود ہے، اب اولاد میں سے کسی نے اس جگہ پر اپنا سرمایہ لگا کر دوبارہ کاروبار اسی نام سے شروع کیا تو ایسی صورت میں کاروبار کا مال لڑکا ہوگا، کیونکہ حدیث نبوی ہے:

الخراج بالضمان (رواہ ابوداؤد مرفوعاً عن عائشۃ ۲/۴۹۵)۔

(جو شخص کسی چیز کا ضامن ہوگا وہی اس کے نفع کا بھی مالک ہوگا)۔

چونکہ لڑکے ہی نے اپنا سرمایہ اور پونجی لگا کر کاروبار کو از سر نو کھڑا کیا ہے اور وہی اپنا خون پسینہ لگا کر محنت کر رہا ہے، نیز اس جگہ کے کرایہ پر ہونے کی صورت میں وہی کرایہ بھر رہا ہے، لہٰذا اس کاروبار سے جو آمدنی ہو رہی ہے وہی اس کا مالک ہوگا، اگر اس کاروبار میں کوئی نقصان ہوگا تو اسے ہی سہنا پڑے گا، البتہ اگر وہ جگہ باپ کی مملوک ہے تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہے کہ باپ کو اس جگہ کا مناسب کرایہ ادا کرے۔

والد اور اولاد کے مابین کاروباری لین دین کا مسئلہ

مولانا اشتیاق احمد اعظمی ☆

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں بعض، اپنے والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے اس متروکہ کاروبار میں ایسے لڑکے شرعاً نہ تو پارٹنر سمجھے جائیں گے اور نہ ہی ملازم، بلکہ ان کی حیثیت باپ کے معاون کی ہوگی، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: **الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیٔ فالکسب کله للأب إن کان الابن فی عیاله لکونه معینا له** (رد المحتار ۴/ ۳۹۲)، علامہ شامیؒ نے بطور نظیر ایک جملہ تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: **ألا لو غرس شجرة تکون للأب** (رد المحتار ۴/ ۳۹۲)، معلوم ہوا کہ باپ کے ساتھ بود و باش کے ہوتے ہوئے جو کمائی بھی لڑکا کرے گا، وہ سب باپ کی ملکیت ہوگی، لڑکے کی اس میں شرکت نہیں مانی جائے گی۔

۲- مذکورہ بالا صورت میں لڑکوں نے باپ کے کام میں شریک ہوتے ہوئے اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے لگایا ہو تو ایسی صورت میں طے شدہ حصہ کے بقدر باپ کے کاروبار میں وہ شریک ہوں گے اور طے شدہ حصہ کے بقدر نفع کے مستحق ہوں گے، لڑکوں کی کاروبار میں شرکت، شرکتِ عنان کے قبیل کی ہوگی اور یہ شرکت (عنان) باتفاق فقہاء جائز ہے۔ شرکتِ عنان میں مال اور عمل میں تساوی کی شرط بھی نہیں ہے، اس لئے اگر کسی ایک شریک کا مال زائد بھی

☆ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم مئو ناتھ بھنجن، یوپی۔

لگا ہو اور دونوں نے نفع میں تساوی طے کرلیا ہو، تو اس کی بھی پوری گنجائش موجود ہے، طے شدہ معاملہ کے مطابق، نفع میں دونوں شریک ہوں گے، ہاں، خسارہ میں دونوں کی شرکت، بقدر راس المال ہوگی، کیونکہ یہ شرعی ضابطہ موجود ہے: **الربح علی ما شرطا والوضیعة علی قدر المالین** (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۲)۔

۳- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے سرمایہ سے شروع کیا، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا تو اس صورت میں کاروبار کا تنہا مالک لڑکا ہوگا، والد کو دوکان پر بیٹھانے یا والد کے نام پر دوکان کا نام رکھ دینے سے والد کاروبار میں شریک نہیں مانے جاسکتے، کیونکہ شرکت ایک ایسے عقد کا نام ہے، جو راس المال اور ربح میں بین المتشارکین طے کیا گیا ہو، اور یہاں یہ صورت بالکل مفقود ہے: "**الشرکة عبارة عن عقد بین المتشارکین فی راس المال والربح**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۹۲)۔

۴- اگر ایک بھائی نے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے، جبکہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگ کھانے پینے میں شریک تھے۔ اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائیگی یا وہ تنہا ان کی ملک ہوگی؟

مذکورہ بالا صورت میں دوسرے بھائیوں کے کسب معاش کے الگ ذرائع کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

الف- آج کل لوگ معاشی پریشانیوں کے باعث اپنے لڑکوں کو کسب معاش کے لئے پیسوں کا بندوبست کرکے غیر ممالک میں بھیجا کرتے ہیں، ایسے لڑکوں کا پورا خرچ باپ برداشت کرتے ہیں، کھانا پینا سب مشترک ہی رہتا ہے، تو ایسے حالات میں ایسے لڑکوں کی غیر ممالک میں کمائی پوری باپ کی ملک ہوگی، ایسے لڑکے باپ کے معاون مانے جائیں گے، وہ اپنی کمائی کے تنہا مالک نہیں ہوسکتے، جب تک کہ اپنا خوردونوش بالکل علیحدہ نہ کرلیں اور اس کا اظہار باپ سے

نہ کردیں، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اب وہ ساری کمائی کے خود ہی مالک ہوں گے۔

ب- کبھی علیحدہ کسب معاش اپنانے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کچھ بھائی باپ کے کاروبار سے الگ اپنا کاروبار خود کرتے ہیں، لیکن کھانا پینا سب مشترک ہی ہوتا ہے، تو اس صورت میں ایسے لڑکے اپنی کمائی کے خود مالک ہوں گے، کھانے پینے میں طے شدہ معاملہ کے تحت وہ شریک ہوا کریں گے۔

ج- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی لڑکا باپ کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہے، لیکن وہ باقاعدہ سرکاری یا پرائیویٹ ادارہ میں یا کمپنی میں ملازمت اختیار کیے ہوئے ہے، تو اس کی ساری تنخواہ اس کی اپنی ملک ہوگی، مشترک کھانا پینا ہے، تو خرچ میں شامل ہونا اس کی ذمہ داری ہے۔

جو لڑکا باپ کے ساتھ شریک کار رہا، اس نے الگ سے کوئی کمائی کا راستہ نہیں اپنایا، اور نہ ہی اس نے اپنی کوئی خاص جائداد بنائی وہ صرف باپ کی معاونت میں لگا رہا۔ تو باپ کے انتقال کے بعد وہ اپنے کو مالی خسارہ میں محسوس کرسکتا ہے، کیونکہ باپ کے متروکہ مال میں اب وہ بھائی بھی استحقاق کا دعویٰ کریں گے، جن کے ذرائعِ کسب معاش علیحدہ تھے۔ ایسی صورت میں باپ کو اپنے ساتھ شریک لڑکے کو اس قسم کے خسارہ سے بچانے کے لئے اپنی زندگی ہی میں کچھ رقم یا جائداد الگ سے ہبہ اور عطیہ کرکے قبضہ ودخل کروا دینا چاہئے، باپ کی طرف سے ایسا کوئی عمل شرعاً ناانصافی پر محمول نہیں ہوگا۔

۵- اگر باپ کا کاروبار کسی وجہ سے ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو وہ کاروبار اسی لڑکے کی ملک ہوگا، دوسرے بھائیوں کو اس کاروبار میں کسی قسم کے استحقاق کے دعویٰ کا کوئی حق نہیں، کیونکہ اس کاروبار میں ان کی کوئی شرکت نہیں ہے: **فإن الشركة عبارة عن عقد بين المتشاركين في رأس المال والربح** (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴؍ ۷۹۲)، ایسے ہی باپ کی بھی اس کاروبار میں کوئی شرکت نہیں ہوگی، ہاں کاروبار کی جگہ اگر

باپ کی ملکیت ہے، تو اس کا کرایہ لے سکتا ہے، اور اگر کاروبار کی جگہ کرایہ پر لی گئی ہو، تو یہ لڑکا کرایہ کا مسئلہ، اصل مالک سے طے کرے گا، کاروبار کی جگہ اگر باپ کی ملک ہو، تو باپ کے انتقال کے بعد دوسرے بھائی بھی کرایہ لینے میں شریک ہوں گے۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

حافظ شیخ کلیم اللہ عمری ☆

س(۱): اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا پھر اس کے بعض لڑکے والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایا نہیں لگایا تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے، ملازم، پارٹنر یا معاون؟

ج: مسؤلہ صورت میں باپ اور بیٹوں کے درمیان کوئی اصول یا شروط طے نہ ہونے کی صورت میں انصاف کا تقاضا یہی ہیکہ آپس میں صلح و اتفاق کے ساتھ شرکت عمل کا موزوں حصہ مقرر کرلیا جائے تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: **لاضرر ولاضرار** (سنن ابن ماجہ ۲۳۴۰)۔

س(۲) اگر بچوں نے کاروبار میں شریک رہتے ہوئے اپنا سرمایا بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

ج: اگر بچوں نے کاروبار میں شریک رہتے ہوئے اپنا سرمایا بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو تو طے شدہ اصول وضوابط کی روشنی میں اتنے حصے میں وہ شریک کاروبار سمجھے جائیں گے جتنا سرمایا لگایا گیا تھا۔

س(۳): اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو یا تبرکا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

☆ جامعہ دارالسلام عمرآباد۔

ج: کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو یا تبرکا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں وہ کاروبار اسی لڑکے کا ہوگا جس نے سرمایا لگایا نہ کہ والد کا۔

س(۴) اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے جب کہ آپس میں (جائیداد) تقسیم نہیں ہوئی تھی سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائیگی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

ج: قال اللہ تعالی للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (النساء) ترجمہ: مردوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور عورتوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں دوسرے بھائی اپنی کمائی کے تنہا مالک ہوں گے اس میں دوسرے بھائی شریک نہیں ہوں گے۔

س(۵) اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ، خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنے سرمایا لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگی یا والد کی ملکیت میں؟

ج: مذکورہ جگہ اگر مملوکہ ہو تو اس جگہ کی شرعی تقسیم عمل میں آئیگی، اگر کرایے کی زمین ہو تو عرف عام کے مطابق اس کا تعامل ہوگا البتہ کاروبار اسی کا ہوگا جس نے سرمایا لگایا اور شروع کیا نہ کہ والد کا۔

کاروباری معاملات میں باپ اور بیٹوں کی شرکت کا تعین

مولانا صدر الحسن قاسمی ☆

۱-اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا تو والد کے اس متروکہ کاروبار میں ایسے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے، پارٹنر کی؟ ملازم کی؟ یا معاون کی؟

مذکورہ صورت حال میں لڑکوں کی شرکت والد کے ساتھ معاون کی ہے، اس لئے والد کا متروکہ اس کے تمام وارثوں پر تقسیم ہوگا۔

۲-اگر یہی صورت حال ہو، لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے ہوئے کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

اس صورت میں چونکہ بچوں نے والد کی اجازت سے اپنا سرمایہ لگایا ہے، اس لئے ان کی حیثیت اپنے حصہ کے مطابق والد کے ساتھ کاروبار میں شریک یا پارٹنر کی ہوگی۔

۳-اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہو، لیکن دکان پر اپنے والد کو بٹھایا ہو تو تبرکا اپنے والد کے نام پر دکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

اس صورت میں کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، اور والد کی حیثیت معین و مددگار کی ہوگی۔

۴-اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے جب کہ آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا

☆ مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور۔

ایک ساتھ تھا تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی۔

اس صورت میں تمام کمائی کی ملکیت والد کی ہوگی اور بھائیوں کی حیثیت معاون کی ہوگی۔

۵-اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا، لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہوگی یا والد کی؟

مذکورہ صورت میں کاروبار کی ملکیت اس کی ہوگی جس نے اپنا سرمایہ لگایا ہے اور جگہ یا دکان کا کرایہ طے کر کے جو بھی کرایہ کی آمدنی ہوگی وہ والد کی ملکیت ہوگی۔

مذکورہ بالا جوابات کی تائید اس سے ہوتی ہے جو خاص شریعت حضرت مولانا مجاہد الاسلام رحمہ اللہ علیہ نے ایک مقدمہ کی سماعت میں فیصلہ فرمایا ہے، جس میں ایک اراضی کا تنازع تھا۔

''..................ایسی صورت میں ایک سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ حسب بیان جب کہ سبھی لڑکے باپ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور بیٹوں نے کما کر آمدنی باپ کے حوالہ کی تو ایسی صورت میں جو اراضی باپ نے خریدی باپ کی ملک قرار پائیں گی یا نہیں؟ اس بارے میں جہاں تک عبارات فقہیہ پر میں نے غور کیا ہے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر ایسی صورت جہاں بیٹوں کی حیثیت کمائی کے معاملہ میں تابع محض اور معین کی ہو اور باپ اصل کمانے والا ہو ایسی صورت میں شرعاً بیٹوں کی کمائی باپ کی ملک سمجھی جائے گی اور اگر بیٹے محض معین و تابع نہ ہوں وہاں ملکیت بیٹوں کی قائم رہے گی'' (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''مجلہ بحث ونظر'' جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۹۳ص ۹۱-۹۰)۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت - اسلامی نقطہ نظر

مولانا محمد صادق مبارک پوری ☆

ج ۱: ایسے لڑکے کی حیثیت معاون کی ہے، فتاویٰ شامی میں ہے:

الأب والإبن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئی فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (۳؍۳۸۴ فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ، کتاب الشرکۃ رشیدیہ، پاکستان)۔

(باپ بیٹے ایک صنعت کے ذریعہ روزی کماتے ہیں اور ان دونوں کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، تو ساری کمائی باپ کی ہوگی، اگر بیٹا اپنے باپ کی عیالداری میں ہو کیوں کہ اس کی حیثیت معاون کی ہے کیا تم نہیں جانتے کہ اگر درخت لگایا تو باپ کی ملک ہوگا)

ج ۲: صورت مسئولہ میں اگر بچوں نے باپ سے شرکت کی بات طے کرکے اپنا سرمایہ لگایا ہے تو ایسے لڑکوں کی حیثیت پارٹنر کی ہوگی؛ جتنے نفع پر معاملہ طے ہوا ہے، اس کے حقدار ہوں گے۔

ج ۳: اس کاروبار و نفع کا مالک یہ لڑکا ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

وكل واحد أحق بما له من والده وولده والناس أجمعين (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷؍۹۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

(ہر آدمی اپنی اولاد، اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ اپنے مال کا حق دار ہے)۔

☆ استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔

ج ۴: سبھی بھائیوں کی کمائی والد کی حیات میں والد کی ملک ہوگی اور ان کے بعد سب بھائیوں کے درمیان مشترک تصور کی جائے گی۔

مایۂ ناز فقیہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

"وفی الخانیة: زوج بنیه الخمسة فی داره وکلهم فی عیاله واختلفوا فی المتاع فهو للأب وللبنین الثیاب التی علیهم لاغیر" (۳/ ۳۸۳ رد المحتار فصل فی الشرکة الفاسدة، کتاب الشرکة، رشیدیہ پاکستان)۔

(خانیہ میں ہے کہ باپ نے اپنے پانچ لڑکوں کی شادی اپنے گھر میں کی، اور سب کے سب اس کی عیال داری میں ہیں، تو اگر سامان کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو وہ باپ کی ملک ہوگی، اور لڑکوں کی ملکیت میں صرف وہ کپڑے ہوں گے جو ان کے بدن پر ہوں)۔

ج ۵: یہ کاروبار اس لڑکے کی ملک ہوگا، والد کی ملک نہیں ہوگا، علامہ علائی حصکفی "الدر المختار" ۳/ ۳۸۲ میں لکھتے ہیں:

وفی الدر: ولا یستحق الربح إلا بإحدی ثلث بمال أو عمل أو تقبل۔

(درمختار میں ہے کہ نفع کا مستحق تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ ہوگا، مال یا کام یا شرکت تقبل کے ذریعہ)۔

کاروبار میں اولاد کی شرکت

مولانا نثار احمد گودھروی☆

۱- والد کا اپنی اولاد کو کاروبار میں کسی بھی قسم کی بغیر وضاحت داخل کرنا یہ والد کے لئے تعاون کا درجہ رکھے گا کیونکہ کاروبار میں شرکت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ شرکت کا عقد کیا جائے اور شرکت کی تمام شرائط کو مدنظر رکھا جائے، اگر والد اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا شریک بنانا چاہتے ہیں تو جتنی مقدار میں شریک بنانا چاہیں اتنی مقدار کے مال کا اس کو مالک بنادیں اور نفع نقصان میں دونوں شریک ہو جائیں۔

۲- اگر والد نے اولاد کے ساتھ کسی بھی قسم کی وضاحت وصراحت نہیں کی اور نہ اولاد میں سے کسی نے بھی کسی قسم کا سرمایہ داخل کیا تو والد کے انتقال کے بعد سارا مال ورثہ کے درمیان بحیثیت میراث تقسیم کیا جائے گا۔

۳- اگر سرمایہ بیٹے کا ہے اور والد کو تبرکاً بٹھایا یا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا تو اس صورت میں ساری کمائی بیٹے کی ہوگی کیونکہ تملیک میں نام وغیرہ کو دخل نہیں۔

۴- دوسرے بھائیوں کی کمائی ان کی اپنی ہوگی وہ میراث میں شامل نہ ہوگی۔

۵- اگر کسی بیٹے نے باپ کے کاروبار کے نام پر اپنا کاروبار شروع کیا اور سرمایہ ان کا اپنا ذاتی ہے اور باپ نے اجازت بھی دی ہو تو کمائی اس کی اپنی ہوگی باپ اس میں شریک نہیں ہوگا، البتہ جو چیزیں ان کے استعمال کی ہوں اس کا معاوضہ انہیں دیدیا جائے۔

☆ دار الافتاء جامعہ رحمانیہ گودھرا۔

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

مولانا ریاض احمد قاسمی ☆

سوال ۱:۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد کو اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر شریک کار ہو گئے، مگر انہوں نے الگ سے کوئی سرمایہ نہیں لگایا، تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں ایسے لڑکوں کی حیثیت کیا ہوگی؟ پارٹنر کی، یا ملازم کی، یا معاون کی؟

جواب ۱:۱- صورت مذکورہ میں نہ تو کوئی معاملہ آپس میں طے ہوا، نہ عرف میں اس شرکت کو کوئی معاملہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے باپ کی خواہش پر اس کے کاروبار میں شریک ہونے والے لڑکے کی حیثیت معاون کی ہوگی اور یہ اس کی طرف سے تبرع شمار کیا جائے گا۔ ہمارے یہاں کا عرف یہی ہے کہ باپ کی زندگی میں اگر اولاد باپ کے ساتھ ہو، تو وہ سب باپ کے معاون ہیں اور گھر کے تمام اثاثے، زمین وجائداد اور کاروبار کا مالک تنہا باپ ہی ہوتا ہے، جو اس کے مرنے کے بعد بھائیوں میں برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔

سوال ۲:۲- اگر یہی صورت ہو، لیکن بچوں نے کاروبار کے کاموں میں شریک ہوتے وقت کچھ اپنا سرمایہ بھی والد کی اجازت سے داخل کیا ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب ۲:۲- اس صورت میں وہ اپنے حصہ کے بقدر کاروبار میں باپ کے ساتھ شریک اور پارٹنر ہوگا، لہذا اس کے سرمایہ لگانے سے پہلے کا جو سرمایہ تھا وہ باپ کا ہوا اور اس کے بعد لڑکے نے جو سرمایہ لگایا وہ اس کا ہوا، اب آگے اس کاروبار سے جو آمدنی ہوگی اور کاروبار جتنا ترقی

☆ خانقاہ رحمانی مونگیر۔

کرے گا، اس میں اپنے اپنے سرمایے کے تناسب سے باپ بیٹا شریک ہوں گے، اور شرکت کے احکام جاری ہوں گے۔

سوال: ۳- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا، لیکن دوکان پر اپنے والد کو بیٹھایا ہو، یا تبرکاً اپنے والد کے نام پر دکان کا نام رکھا ہو، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب: ۳- اس کاروبار کا مالک تنہا وہ لڑکا ہوگا، جس نے اپنا سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا ہے، اس کے والد اس کی خواہش پر اگر دکان پر بیٹھ جائیں، تو یہ ان کی طرف سے تعاون ہے، بیٹے اور باپ میں اس طرح کا تعاون رائج ہے، اس لئے ان کی قانونی شرکت ثابت نہیں ہوگی۔

سوال: ۴- اگر ایک بھائی نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا، اور دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے جب کہ آپس میں تقسیم اور علاحدگی نہیں ہوئی تھی، سب لوگوں کا کھانا پینا ایک ساتھ تھا، تو اس صورت میں دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی، یا وہ تنہا ان کی ملکیت ہوگی؟

جواب: ۴- صورت مذکورہ میں "المعروف کالمشروط" والا قاعدہ جاری ہوگا، اور عرف وعادت کو حکم بنایا جائے گا، بعض جگہوں میں عرف یہ ہے کہ کھانا پینا ساتھ ہے، اس کا خرچ سب مل کر اٹھاتے ہیں، اس کے بعد جس کے پاس جو رقم بچ جائے اس کا وہ تنہا مالک ہے۔ ایسی صورت میں ہر بھائی اپنی آمدنی کے بقیہ حصے کا مالک ہوگا اور باپ کا ہاتھ بٹانے والا بھائی بھی اپنے حق المحنت کا مالک ہوگا۔ اس کے بعد والد کا بقیہ سرمایہ بھائیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا؛ جبکہ بعض جگہوں کا عرف یہ ہے کہ تمام بھائیوں کی کمائی والد کے پاس یکجا ہوتی ہے، خواہ کسی کی کمائی کم ہو یا زیادہ، پھر مشورے سے، یا والد کے حکم سے کسی کام میں خرچ کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں بھائیوں کی کمائی سب کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی اور تمام بھائیوں کے درمیان کل اثاثہ برابر تقسیم کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

سوال: ۵-اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا، لیکن کاروبار کی جگہ (خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو) موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، تو اب یہ کاروبار اس کی ملکیت میں ہو گا یا والد کی؟

جواب: ۵- مذکورہ صورت میں کاروبار اس لڑکے کی ملکیت ہوگا، جس نے اپنے سرمایہ سے ازسرنو کاروبار شروع کیا ہے، البتہ والد کو یہ حق ہو گا کہ چاہے تو اپنے اس لڑکے کو وہاں کاروبار کرنے دے، یا وہاں سے ہٹا دے، کیونکہ وہ جگہ اس کی ملکیت ہے یا اس کی طرف سے کرایہ پر لی ہوئی ہے، جس کا کرایہ دار قانوناً وہی ہے، اور اگر والد کا انتقال ہو جائے، تو یہ حق مملوکہ مکان کی صورت میں ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور کرایہ پر ہونے کی صورت میں مالک مکان کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

مسائل شرکت۔ فقہی نقطہ نظر سے

مفتی لطیف الرحمٰن ☆

حضور اقدس ﷺ کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ معاملات چاہے بھائیوں کے درمیان ہوں، باپ بیٹے کے درمیان ہوں، شوہر اور بیوی کے درمیان ہوں، وہ معاملات بالکل صاف اور بے غبار ہونے چاہئے، اور ملکیتیں آپس میں متعین ہونی چاہئیں کہ کونسی چیز باپ کی ملکیت ہے، کونسی چیز شوہر کی ملکیت ہے، ہم سے بنیادی غلطی ہورہی ہے کہ شروع میں کوئی بات صاف نہیں ہوتی، مدت دراز تک کاروبار ویسے ہی چلتا رہتا ہے، اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہوتی کہ بیٹا باپ کے ساتھ جو کام کررہا ہے وہ آیا شریک ہے، یا ملازم یا معاون، غرض بیٹے کی حیثیت متعین نہیں ہوپاتی، اور نہ باپ بیٹے کی حیثیت متعین کرتا ہے، اور نہ ہی بیٹا نیز متعین کرنے کو دونوں غیرت کے خلاف سمجھتے ہیں، پھر اچانک عرصہ دراز کے بعد سوالات پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں، اور ایک ہی گھر میں نہ جانے کتنے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں، اگر شروع میں حیثیت متعین ہوجاتی تو کوئی بھی سوال پیدا نہیں ہوتا، غرض ابتدا ہی سے بیٹے کی حیثیت متعین ہوجانی چاہئے۔

۱- اگر والد نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، پھر بیٹے بھی بغیر سرمایہ لگائے اس کاروبار میں شریک ہوگئے، تو والد کے متروکہ اس کاروبار میں لڑکوں کی حیثیت ''معاون'' کی ہوگی۔

☆ قضاء چونا بھٹی مسجد شاستا کروز، ممبئی۔

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: لما في القينة: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (۳۹۲/۶)، وہکذا فی فتاوی الہندیہ، (۳۲۹/۲)۔

اسی طرح شرح المجلہ میں ہے: إذا عمل رجل في صنعة هو وابنه الذى في عياله فجميع الكسب لذلك الرجل وولده يعد معينا له، قيدان احترازيان: الأول أن يكون الابن في عيال الأب، الثاني، أن يعملا معاً في صنعة واحدة إذ لو كان كل منهما صنعة يعمل فيها وحده، فربحه (بحوالہ فتاوی محمودیہ ۱۴/ ۱۹۳، جدید ترتیب)۔

حضرت مفتی رشید احمد اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملک باپ کی شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے تیسرے بیٹے کو بھی ترکہ میں برابر کا حصہ ملے گا (احسن الفتاوی ۶/ ۳۹۳)۔

فتاوی حقانیہ میں ہے: باپ اور بیٹے نے مشترکہ کاروبار سے جو پیسے کمائے ہیں، وہ باپ کی ملکیت شمار ہوں گے، کیونکہ بیٹا باپ کا معین اور مددگار ہوتا ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں اس میں جو بھی تصرف چاہے کر سکتا ہے (۳۳۶/۶)۔

کفایت المفتی میں ہے: بالغ اور نابالغ بچے جب کہ باپ کے کاروبار میں باپ کے ساتھ شریک رہیں یعنی کام کاج کرتے رہیں لیکن ان کی محنت کا کوئی معاوضہ نہ مقرر کیا گیا ہو اور نہ کبھی انہوں نے اس کا مطالبہ کیا ہو تو تمام آمدنی باپ کی ملک تصور ہوتی ہے اور اولاد اس کی معین ومتبرع قرار دی جاتی ہے (۲۸۰/۸)۔

۲- صورت یہی ہو مگر بچوں نے کچھ سرمایہ بھی والد صاحب کی اجازت سے کاروبار میں لگایا ہے تو یہ شرکت عنان ہے تو راس المال کے بقدر بھی منافع تقسیم ہو سکتے ہیں، اور نفع میں کمی بیشی

کی بھی اجازت ہوگی ،غرض آپس میں جیسا معاہدہ ہوا ہو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **إن شرط جوازها فكون رأس المال عينا حاضراً أو غائباً ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال كذا في محيط السرخسي** (۳۱۹/۲)۔

فتاویٰ حقانیہ میں ہے: باپ بیٹے اپنے مشترکہ کاروبار سے جو روپے کمائے ہیں وہ باپ کی ملکیت شمار ہوں گے تاہم اگر راس المال دونوں کا مشترکہ ہو اور معاہدہ بھی یہی ہوا ہو تو منافع بھی دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا (۳۳۶/۶)۔

۳- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا تو محض والد کے بیٹھنے سے یا تبرکا دوکان والد کے نام کرنے سے باپ مالک نہیں ہوگا بلکہ اس دوکان اور پورے سرمایہ کا مالک یہ لڑکا ہوگا۔

امداد الفتاوی میں ہے: کسی کے نام جائداد خریدنے سے شرعاً اس کی ملک نہیں ہوتی، کیونکہ خریدنے کے قبل تو دوسرے کی ملک تھی غیر کی ملک میں تصرف ہبہ وغیرہ کا نافذ نہیں ہوتا اور بعد خریدنے کے کوئی عقد موجب انتقال نہیں پایا گیا اس بناپر شرعاً وہ جائیداد خریدنے والے ہی کی ہے (۱۳۵/۳)۔

۴- صورت مسئولہ میں گرچہ دوسرے بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے، لیکن آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی، کھانا پینا ساتھ تھا، تو دوسرے بھائیوں کی کمائی سبھوں کے درمیان مشترک سمجھی جائے گی، وہ لوگ تنہا اس کے مالک نہیں قرار دیے جائیں گے۔

فتاویٰ رحیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو: سوال: ایک شخص کے چار بیٹے ہیں سب ایک ساتھ رہتے ہیں اور سب شادی شدہ ہیں، چاروں بیٹے مختلف کام کرتے ہیں مشترک کاروبار نہیں ہے، البتہ سب اپنی اپنی تنخواہ اپنے والد کے حوالہ کرتے ہیں اور والد پورے گھر کا نظام چلاتے ہیں، والد صاحب نے ان پیسوں سے مختلف چیزیں بھی خریدی ہیں اور کچھ زمین اور مکان بھی خریدا

ہے،سوال یہ ہے کہ زمین اور مکان کس کی شمار ہوگی؟ والد کی یا سب بیٹوں کی؟

جواب-باپ بیٹے ایک ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک اپنی ماہانہ تنخواہ اپنے والد کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس صورت میں جمع شدہ رقم سے جو مکان، زمین وغیرہ خریدا گیا ہے وہ سب باپ کی شمار ہوگی، شامی میں ہے: **وفی الخانیة: زوج بنیه الخمسة فی داره و کلهم فی عیاله واختلفوا فی المتاع فهو للأب، وللبنین الثیاب التی علیهم لا غیره** (فتاویٰ رحیمیہ ۹/۱۸۵)، اب اگر دوسرے بھائی اپنی کمائی سے الگ کوئی جائیداد خریدتے ہیں تو یہ بھائی بھی اس میں برابر شریک ہوگا، گرچہ کسب علیحدہ ہے لیکن کھانا مشترک ہے اور عیال مشترک ہے۔

۵-اگر جگہ والد کی ہو خواہ کرایہ پر ہو یا مملوکہ ہو اور لڑکے نے اگر اپنے سرمایہ سے کاروبار دوبارہ شروع کیا تو اب یہ کاروبار لڑکے کی ملکیت ہوگی والد کا نہیں ہوگا، البتہ اگر یہ جگہ والد کی مملوکہ ہے تو اس کا کرایہ لڑکے کو مقرر کرنا ہوگا اور والد کو دینا ہوگا اور اگر کرایہ کی ہو تو اس کو ازخود کرایہ ادا کرنا ہوگا، شامی میں ہے: **المرأة مع زوجها إذ اجتمع بعملهما أموال کثیرة، فقیل هی للزوج وتکون المرأة معینة له إلا إذا کان لها کسب علی حدة فهو لها، وقیل بینهما نصفان** (۶/۳۹۲)۔

مناقشہ:

والد کے کاروبار میں اولاد کی شرکت

مولانا زبیر بیاض صاحب (افریقہ)

ہمارے یہاں مزید ایک پیچیدگی یہ ہے کہ عورتوں کی شوہر کے ساتھ کاروبار میں شرکت قطع نظر اس سے کہ شرعاً یہ درست ہے یا نہیں ہے بعض وجوہات کی وجہ سے، تو یہ مسئلہ ہمارے یہاں کافی الجھا ہوا ہے کہ اس کو کچھ ملتا ہے یا نہیں۔ بعض دفعہ شوہر اس کو طلاق دیدیتا ہے اور وہ اپنے حصہ کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا اس کو اس سے کچھ ملے یا نہ ملے، اس کے بارے میں بھی ہمارے یہاں کوئی پوری تحقیق نہیں ہوئی ہے، باقی اجرت کی جوبات کی جارہی تھی، مجھے صحیح یاد نہیں ہے، جزئیہ، عبارت، لیکن غالباً شامی میں اس کا ذکر ہے۔ اور علامہ شامی نے اس کو قیلَ سے تعبیر کیا ہے، جس سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ مل رہا ہے تو یہ عرض کرنا تھا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ایک بات ابھی ذہن میں آگئی ہمارے مولانا مفتی عثمان صاحب کے سوال پر کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں عام طور پر تو قیدیوں سے خدمت لینے کا ذکر نہیں ملتا ہے، لیکن اسیران بدر کے لیے جو آپ نے فدیہ مقرر کیا تو اس میں اس بات کی گنجائش رکھی کہ جو قیدی ہمارے دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادے ان کے لیے یہی فدیہ ہوگا۔ تو گویا یہ ایک طرح کی بالواسطہ اجرت کی شکل ہوتی ہے، یعنی اس مسئلہ سے استدلال تو نہیں استیناس کیا جاسکتا ہے۔

مولانا زبیر احمد قاسمی

دراصل یہ جو مسئلہ ہمارے سامنے آتا ہے اس کی بنیاد جو میری سمجھ میں آئی ہے میں

اس بنیاد کو واضح کرتے ہوئے اس موضوع سے متعلق جو تجاویز منظور ہوگی وہ تو بعد کی بات ہے، لیکن چاہے اسے میری رائے کہی جائے یا میرا مشورہ کہا جائے یا میری تجویز مانی جائے۔ وہ یہ ہے کہ دراصل ان سارے اشکالات یا سارے تنازعات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ کا وہ طرز عمل نہ بنا سکے جو طرز عمل ہمارے اسلاف کا تھا اور مزاج شریعت سے ہم آہنگ بھی تھا، بدقسمتی یہ ہے کہ اسی بنیاد پر یعنی مسئلہ کے گومگو، صورت حال کو مجمل اور مبہم بنائے رکھنے کے نتیجہ میں ہم کو بعض ایسے منصوص مسائل پر طنز اور تحقیر جیسے جملے سننے پڑتے ہیں، مثلاً یہ پوتے کی وراثت کی محرومی کا مسئلہ ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ہم یعنی ایک باپ بوڑھا ہونے کے باوجود، بیٹوں کے صاحب اولاد ہونے کے باوجود کس کی کیا پوزیشن ہے کیا حیثیت ہے اس کو واضح نہیں کر پاتے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے یا میری تجویز یہ ہے کہ ہم پورے ہال کی طرف سے، یا اکیڈمی کی طرف سے اس صورت حال کے ابہام کو پہلے دور کرنے کی تجویز رکھیں، مثلاً باپ ہے، ٹھیک ہے وہ بڑے ہوتے ہیں اپنی صورت حال کے مطابق کاروبار کرتے ہیں۔ ایک بیٹا کو پہلے وہ شریک کرتے ہیں دوسرے بیٹے بھی بوقت ضرورت اس میں شرکت کا معاملہ کرتے رہتے ہیں، لیکن جب وہ شادی شدہ ہوجائے، بالغ ہوجائے کم از کم صاحب اولاد ہوجائے تو اس کے بعد اس بوڑھے باپ کی ذمہ داری مانی جائے کہ ان کی حیثیت کو بالکل واضح کردیا جائے، حیثیت کے واضح نہ ہونے کی بنیاد پر ساری کمائی عیال کے اندر مشترک ہونے کی بنیاد پر، ہم بوڑھے باپ صحیح حقیقت متعین نہیں کر پاتے اور اس کے نتیجہ میں جب باپ کی موت ہوتی ہے تو بھائیوں کو اپنے غرر فاحش کا احساس ہوتا ہے، کسی کے لیے نفع خالص کا احساس پیدا ہوتا ہے اور سارے جھگڑے کی بنیاد بن جاتی ہے، اس لیے میں یہ چاہوں گا کہ یہ تجویز عام طور پر ذہن سازی کے لیے اس کی اشاعت ہونی چاہئے کہ باپ کاروبار میں جس کو بھی شریک کرے، اس کی حیثیت کو واضح ضرور کردے، کم از کم بلوغ یا صاحب اولاد ہونے کے بعد۔ انشاء اللہ یہ تنازعات نہیں پیدا ہوں گے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب کشمیری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ہمارے یہاں کشمیر میں دو تین صورتیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ عرض میں نہیں آیا ہے نہ سوالات میں ۔ایک تو صورت یہ ہے کہ باپ اپنی حیات میں کسی بیٹے کو یا بیٹی کو زبانی طور پر بطور ہبہ کوئی چیز اپنی وراثت میں سے منقولہ یا غیر منقولہ جائداد میں سے دے دیتا ہے اور دیگر ورثاء کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہ اس کو تسلیم کریں گے یا نہیں کریں گے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے طور پر شہادت بھی ہوتی ہے معلوم بھی ہوتا ہے، کہ اس نے مجھے بطور ہبہ مثلاً فلاں کمرہ یا فلاں جگہ......تو اس کے بارے میں بھی کوئی وضاحت تجویز میں آجانی چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب مکان وغیرہ مشترکہ بنتا ہے، اس موقع پر جو عورتیں ہوتی ہیں ان کا زیور بھی استعمال کیا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی وضاحت نہیں ہوتی کہ یہ زیور کیسے لیا گیا، بطور قرض لیا گیا، بطور عاریت لیا گیا مکان بن جاتا ہے اور بعد میں جھگڑا رہ جاتا ہے، یہ مسئلہ بھی آنا چاہئے، میری اس سلسلہ میں گزارش ہے۔

مفتی نذیر احمد کشمیری

معاشرتی زندگی میں جو صورت حال ہے اس کی بے شمار شکلیں ہیں اور ایسے اصول جو ہر ہر شکل پر منطبق ہوجائیں اس کا قائم کیا جانا بہت زیادہ ضروری ہے، عورتوں کے معاملہ میں جو تجویز مفتی عبدالرحیم صاحب نے عرض کی، واقعتاً یہ صورت حال ہمارے یہاں ہے اور اب تک اس سلسلے میں کوئی کام نہیں ہوا ہے اور ہم لوگوں کے سامنے جب یہ مسائل آتے ہیں تو الجھے رہتے ہیں، واضح طور پر کوئی حکم لکھ نہیں پاتے ہیں، کتابوں سے مکمل رہنمائی اس سلسلہ میں نہیں مل پاتی ہے تو اس سلسلہ میں، میں درخواست کروں گا کہ ہمارے باہر سے تشریف لائے ہوئے مہمان نے جو تجویز پیش کی تھی فقہ اکیڈمی کی طرف سے، کوئی رہنمائی کا اصول مستقلاً اگر سامنے آئے تو شاید یہ فقہ اکیڈمی کی روایت کے خلاف بھی نہیں ہوگا، اس سے پہلے بھی جب مہر کے مسئلہ میں تجویز دی گئی

تھی کہ مسلمانوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ مہر جنس میں مقرر کریں، اسی طرح کی ایک تجویز، لیکن بہت زیادہ مفصل اور واضح ہو، تاکہ اس معاشرتی نزاع کے لیے رہنما حقوق پر مشتمل ایک واضح لائحہ عمل آ جائے، اس کے نتیجہ میں غالباً تمام دنیا میں کام کرنے والے ارباب افتاء کو بھی یہ سہولت ہوگی اور جو مسلمان ماہرین قانون ہیں، ان کو بھی اس کا موقع ملے گا کہ وہ معاشرتی زندگی میں یہ جو نزاعات ہیں اور نزاعات کی بناء پر لوگوں کی رقمیں عدالتوں میں صرف ہو جاتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں اس کا بھی حل نکل سکے۔

مفتی مقصود احمد صاحب (رامپور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب تک جتنی صورتیں بیان کی گئی ہیں ان میں ایک صورت یہ ذکر نہیں کی گئی کہ اگر وہ لڑکا جس نے باپ کے ساتھ شرکت کی ہے ان کے کاروبار کو بڑھایا ہے، اس کا انتقال پہلے ہو جائے تو اس کے جو وارث ہیں ان کو ملے گا یا نہیں۔ فقہ کا جو قاعدہ ہے وہ تو یہ ہے کہ جس کا انتقال باپ کی موجودگی میں ہو جائے تو وہ لڑکا وراثت سے محروم ہو جاتا ہے یہ بات تو مسلم ہے، لیکن اس لڑکے نے اتنا کاروبار کیا، باپ کے ساتھ بڑھایا، محنت کی، مشقت کی، جوان لڑکیاں ہیں، اس کا باپ سے پہلے انتقال ہو جاتا ہے تو دوسرے جو اس کے باپ کے وارث ہیں وہ اس کو بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ اکیڈمی کو اس سلسلہ میں ایسا ٹھوس فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہ مسئلہ متنازع فیہ نہیں بنے، وہ لڑکا جس کا پہلے انتقال ہوا ہے اس کے وارثوں کو بھی کچھ مل جائے، تبرعا تو کہا جاتا ہے کہ باپ جو ہے دیدے، لیکن دوسرا بیٹا تبرع کو نہیں مانتا، اس لیے کوئی ٹھوس فیصلہ اس سلسلہ میں ہونا چاہئے۔
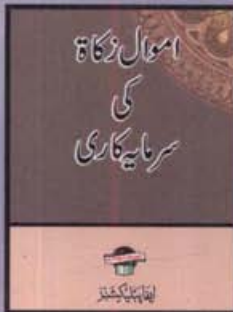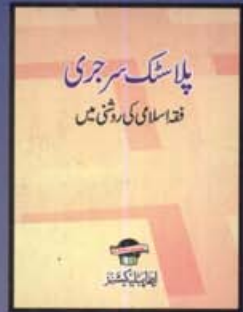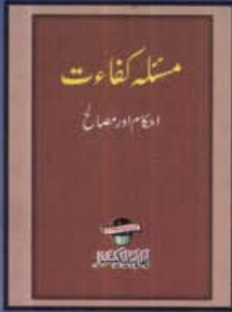
IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708,

Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327 Email:ifapublications@gmail.com